اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
نفیسؔ

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد
عالمِ ربّانی مُحدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں صاحبؒ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

جلد نمبر ۱۱
سنہ 2003ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ١١ | شوال المکرم ١٤٢٤ھ - دسمبر ٢٠٠٣ء | شمارہ : ١٢

مدیر اعلیٰ
سیّد محمود میاں
مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ١٣ روپے	سالانہ	١٥٠ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی	"	٥٠ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	"	٦ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ	"	١٦ ڈالر
برطانیہ	"	٢٠ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ـــــ سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ـــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
پوسٹ کوڈ : 54000 موبائل : 0333.4249301
فون : 7724581 فون / فیکس : 92-42-7726702
E-mail : jmj786_56@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوار مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرف آغاز		۳
درس حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
طلبہ کے فرائض	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۷
الوداعی خطاب	حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب	۱۰
حج	محترم نور محمد صاحب غفاری	۲۸
انتقال پر ملال	حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب	۴۰
سیّد العلماء والطلباء	جناب محمد مرسلین صاحب	۴۹
زیر تعمیر عمارت کا نقشہ		۵۱
ایک اہم اعلان		۵۲
ولادتِ مسیحؑ اور ۲۵ دسمبر	جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب	۵۴
دینی مسائل		۵۹
عالمی خبریں		۶۳

☆☆☆

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد! موجودہ دور عالمی سطح پر صنعتی اور زرعی اعتبار سے ترقی کی اوجِ کمال کو چھو رہا ہے مگر اسکے باوجود معاشی نظام بے قابو ہے ایک مخصوص طبقہ کے علاوہ دنیا کے وسائل سے باقی ماندہ اکثریت اپنے فطری حصہ سے محروم ہے لہٰذا دنیا کے چند ہزار افراد کے ہاتھوں دنیا کی اربوں کی آبادی کھلونا بنی ہوئی ہے۔ جابر اور غاصب قوتیں مجبوری کے استحصال کو اپنا حق سمجھتی ہیں جبکہ مجبور کی مجبوری قبر تک کے لیے اس کے پاؤں کی زنجیر بنادی گئی ہے............ مگر اسلام وہ واحد سچا مذہب ہے جو ان بے کسوں کو نا صرف جینے کا حق دیتا ہے بلکہ دنیا کے قدرتی وسائل میں ان کی رسائی کو آسان بنا کر اس میں حصہ دار بننے کا پورا موقع فراہم کرتا ہے۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ اور اُن کے خلفاء کرام نے دنیا پر حکمرانی کر کے اسلام کے عادلانہ معاشی نظام کے ذریعہ ہر کس و ناکس کو باعزت زندگی گزارنے کے ڈھنگ سے آگاہ کیا۔ ان کے بعد صدیوں اسلام کے عادل حکمرانوں نے اس نظام کے تحت اپنی رعیت کی زندگیوں کو سکھ چین سے نوازے رکھا، مغرب کے سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت نے دنیا میں ظلم کی ایسی چکی چلائی جس نے کمزور اقوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ترقی یافتہ ممالک اپنے معاشی عدم توازن کو ترقی پذیر ممالک کی مجبوریوں سے فائدہ اُٹھا کر متوازن کرتے ہیں مالی طور پر مستحکم ممالک بھی اپنی سہولت پسندی اور عیش پرستی کی بناء پر ان معاشی غاصبوں کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ اگر مسلم اقوام سود کی لعنت سے آزاد ہو کر اپنے مصارف کو اپنی آمدن کے مطابق کر لیں تو بہت جلد اپنی معاشی مشکلات پر قابو پا کر ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتی ہیں۔ موجودہ دور میں بدحال بلکہ تباہ حال افغانستان میں طالبان نے اپنے اقتدار کے دوران اپنے غیر ضروری اخراجات کو صفر کر دیا تھا اور ضروری اخراجات کو کم سے کم کرتے ہوئے اپنے فاقہ زدہ افغان بھائیوں کو

بھوکوں مرنے سے بچالیا تھا طالبان کا یہ کارنامہ ایسی زندہ حقیقت ہے کہ اس کا انکار سوائے ''بش'' اور ''بلیئر'' کے کوئی نہیں کرسکتا۔ ان کی ان کامیابیوں نے ان غاصبوں کی نیندیں حرام کردی تھیں۔ پاکستان کے صوبہ سرحد میں مجلسِ عمل کی حکومت وہاں کے وزیرِ اعلیٰ جناب اکرم دُرانی کی قیادت میں کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے۔ روزِ اول ہی سے وہاں کے وزراء اور حکومتی عہدہ داروں نے کفایت شعاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے صوبائی اخراجات میں نمایاں کمی کی ہے۔ اخباری اطلاع کے مطابق صوبائی حکومت نے اخراجات کی مد میں ایک ارب روپے سے زائد کی بچت کی ہے پاکستان کی تاریخ میں شاید ہی ایسی کوئی مثال گزری ہو کہ کسی صوبہ نے عوام کے مال کو ایسی دیانت داری سے استعمال کیا ہو جیسے کہ کوئی اپنا مال استعمال کرتا ہے اسی طرح وزراء نے اپنے لیے نئی گاڑیوں کے بیڑے کو مسترد کرتے ہوئے پہلے سے مستعمل گاڑیوں کو ہی اپنے زیرِ استعمال رکھا، اسی طرح کے اور بہت سے معاملات میں عوام اور ملک دوستی کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے دیگر صوبوں کے لیے قابلِ تقلید مثالیں قائم کیں انہوں نے یہ ثابت کر دکھایا کہ سیاست ہو یا حکمرانی امن ہو یا جنگ ہر قسم کے حالات سے عہدہ برآ ہونے کی اعلیٰ صلاحیت علماء کرام ہی میں ہے۔ پنجاب وسندھ کے عوام اپنے گزشتہ چھپن سالہ طرزِ فکر و عمل پر نظرِ ثانی کریں اور دیکھیں کہ نصف صدی بیت چکی مگر ان کے دُکھ کا کسی نے مداوا نہ کیا بلکہ ان کے مصائب میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا گیا۔ ملک کی اس تباہی اور بربادی میں جیسے یہاں کے سیاسی مداری شریک رہے ہیں ویسے ہی یہاں کے عوام بھی قصوروار ہیں اپنے کو ظلم کی چکی سے نکالنے کے لیے انہی کو ازسرِ نو جدوجہد کرنا ہوگی اپنے سابقہ طرزِ عمل سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں بھی معافی کے طلب گار ہوں اور آئندہ کے لیے ملک کی زمام اقتدار علماء کرام کے ہاتھوں میں دے کر ملک وقوم کو ترقی کی راہ پر گامزن کریں۔

مولای صل وسلم دائما ابدا — درس حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبی علیہ السلام کا خصوصی لگاؤ۔ فقہ حنفی کا مدار اِنہی پر ہے

تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۲ سائیڈ اے/ ۸۴۔۱۲۔۲۱

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے بھائی یمن سے آئے تو ایک عرصہ تک ہم یہ سمجھتے رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو ہیں وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں میں داخل ہیں۔ **رجل من اھل بیت النبی ﷺ** اور وجہ کیا تھی اس کی، فرماتے ہیں **لما نرٰی من دخولہ ودخول امہ علی النبی ﷺ** ہم یہ دیکھتے تھے کہ وہ اور اُن کی والدہ ماجدہ دونوں جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں بہت زیادہ آتے جاتے تھے تو اس سے ہمیں گویا یہ خیال ہوتا تھا کہ یہ لوگ رشتہ دار ہیں، رشتہ دار ہی نہیں بلکہ اہلِ بیت میں ہیں، گھر والوں میں ہیں یہ لوگ۔

مزید خصوصیت :

آقائے نامدار ﷺ نے یہ بھی اجازت دی تھی اُن کو کہ تم پردہ اُٹھا سکتے ہو **اِذ نک ان ترفع یا آذنک ان ترفع الحجاب** کہ یہ جو میرا پردہ پڑا رہتا ہے تو اس کو تم ہٹا سکتے ہو[1] اور وہ آتے بھی ہوں گے تکلف سے، بے تکلف تو گھسے وے نہیں آتے ہوں گے۔ آدمی اگر بہت سلیقے کا ہو بہت سمجھدار ہو وہ پردہ بھی اُٹھائے گا تو اِس انداز سے اُٹھائے گا کہ آہستہ آہستہ (اس خیال سے کہ) اگر مجھے منع کرنا ہوگا تو منع فرمادیں گے۔ یہ تو نہیں کیا ہوگا اِنہوں نے کہ ایک دم پردہ اُٹھا کر اندر داخل ہوجائیں اور یہ بھی نہیں ہے یہاں کہ بعد میں اِنہوں نے اس پر عمل کیا یا نہیں کیا لیکن رسول اللہ ﷺ کی

---

[1] اس کا یہ مطلب نہیں کہ زنان خانہ میں آنے کی اجازت دی گئی ہے۔

شفقت اعتماد اور قرب اتنا زیادہ تھا کہ ان کو اس حد تک اجازت عطا فرمادی تھی اور دوسرے صحابی حضرت حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں " صاحبُ سّرِ رسول اللّٰہ ﷺ " ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہیں کیونکہ بہت سی باتیں ایسی آپ ان سے فرمادیا کرتے تھے جو عام نہیں بتائی جاتی تھیں فتنوں کے بارے میں اور دیگر واقعات کے بارے میں جو آگے پیش آنے والے ہیں اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کی خبران کو دی تھی اس لیے یہ "صاحبِ سّرِ رسول اللّٰہ ﷺ" کہلائے تو وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ جو مشابہ دیکھا ہے دَلّاً وسَمتاً وھَدیاً "دَلّ" کا مطلب تو ہوتا ہے ادائیں، انسان کی ادائیں جو ہوتی ہیں ان میں میں نے ان کو مشابہ دیکھا ہے " سَمت" جو ہے وہ گویا ظاہری مشابہت نشانات سے اور سیرت، یہ کہا جاسکتا ہے۔ "ھدیا" کا مطلب طبعًا تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے اداؤں میں بھی ملتے جلتے تھے اور سیرت اور طریقے میں بھی ملتے جلتے تھے۔ فرماتے ہیں من حین یخرج من بیته الی ان یرجع الیه جب وہ گھر سے باہر آتے تھے اور گھر لوٹ کر جاتے تھے اس وقت تک ہم جو دیکھتے تھے تو ہمیں یہی محسوس ہوتا تھا، ہاں گھر میں وہ کیا کرتے تھے لاندری مایصنع فی اھله اذا خلا گھر میں جانے کے بعد جب وہ خلوت میں ہوں تو اُن کا کیا طریقہ تھا یہ ہمیں نہیں معلوم، اس کے بارے میں ہم نہیں کہتے کچھ بھی، مطلب یہ ہے کہ ان کی تعریف میں ہم وہ بات کرسکتے ہیں جس کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو وہ ہم نے یہ دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام چیزوں میں جو سب سے زیادہ ملتے جلتے تھے تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عمرؓ کا کوفہ کے لیے ان کو منتخب فرمانا :

بہت بڑے عالم تھے انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ بھیج دیا تھا وہاں (یعنی عراق میں) جو مجاہدین تھے ان کے لیے ایک علاقہ بنالیا تھا خاص کرلیا تھا تو اس میں بھیج دیا کہ آپ وہاں رہیں پڑھائیں وہاں عرب قبائل اور مجاہدین صحابہ کرام اُن کی اولاد یہ حضرات تھے۔ اِن (مجاہدین) کو انہوں (یعنی حضرت عمرؓ) نے یہ تحریر فرمایا تھا جس جگہ کی آب وہوا یہاں (عرب) کی آب وہوا کے موافق ہو وہ خطہ انتخاب کرلیں تو انھوں نے یہ (کوفہ کا) علاقہ انتخاب کیا تو وہاں پر انھوں نے زمینیں الاٹ فرمادیں تقریبًا پندرہ سو صحابہ کرام وہاں رہتے رہے یہ بہت بڑی تعداد ہے دنیا میں کہیں ایسا مجمع نہیں ملتا اتنے حضرات صحابہ کرام کا، اس سے کچھ فاصلے پر اور شام کے درمیان عراق ہی میں ایک علاقہ ہے "قرقیسیہ" وہاں چھ سو صحابہ کرام تھے اتنی بڑی تعداد کا ایک شہر میں جمع ہوجانا اس کی مثال اور کوئی نہیں۔ (باقی صفحہ ۹ پر)

﴿ سلسلہ نمبر۵ ﴾

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر ان کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

طلباء کے فرائض

﴿ نظر ثانی وعنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین اما بعد!

سامعین کرام! علم جب خدا کی خوشنودی کے لیے حاصل کیا جائے تو اس کا حاصل کرنا ثواب بن جاتا ہے اور اگر علم حاصل کرنے کا مقصد دنیا طلبی، جاہ اور حب نام ونمود ہو تو اس میں یہ اجر نہیں رہتا بلکہ وہ گناہ بھی ہو سکتا ہے میرے اس مضمون کا عنوان ہے ''طلباء کے فرائض'' اس لیے طلبا کے چند اہم فرائض عرض کر رہا ہوں۔

طلبا کا پہلا فرض :

طلبا کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اساتذہ کا احترام کریں۔ دنیا میں ہمیشہ سے یہ قاعدہ چلا آرہا ہے کہ محسن کا احسان مانا جاتا ہے اور چونکہ ماں باپ کا احسان سب سے زیادہ ہوتا ہے اس لیے ہر آدمی ماں باپ کی اطاعت واحترام سب سے زیادہ کرتا ہے اور ان کا احسان سب سے زیادہ مانتا ہے۔ بچپن کا دور ماں باپ کی شفقتوں کی بدولت بہت آرام وسکون سے اُن کے زیرِ سایہ گزرتا ہے لیکن جب بچہ ماں باپ کے سایہ سے نکل کر اِدھر اُدھر جانا آنا شروع کرتا ہے تو اسے تہذیب وتمدن کے ایک اور سانچہ کی ضرورت پڑتی ہے اس سانچہ میں ڈھالنے والا استاد ہوتا ہے اُستاد کی حاجت چند روز میں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ اپنی آئندہ زندگی اور روشن مستقبل میں ہر لحہ اُستاد کا محتاج رہتا ہے حتی کہ وہ اُن علوم وفنون کو مکمل حاصل کر لے کہ جن کی اُسے آئندہ کے لیے ضرورت ہے۔

اگر غور کیا جائے تو ماں باپ کے احسان کے بعد سب سے بڑا احسان اُستاد کا ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے علوم ! ایک

طالب علم کے ذہن میں ایسے ہی منتقل کرتا ہے جیسے ماں باپ اس کو بچپن میں اپنے ہاتھ سے کھلایا پلایا کرتے تھے۔ اور جس طرح ماں باپ کھلا پلا کر خوش ہوتے تھے اسی طرح یہ شفیق اُستاد بھی اپنی معلومات عطاء کر کے خوش ہوتا ہے۔ اور شاگردوں میں جو محنتی اور طلبِ علم میں منہمک ہوتا ہے اُس سے وہ زیادہ خوش رہتا ہے۔

نیز جس طرح وہ ماں باپ جو خود غنی ہوں، اولاد کی کمائی سے بے نیاز ہوں بڑھاپے میں بھی انہیں اولاد کی مدد کی ضرورت نہ ہو۔ اپنی اولاد سے مخلصانہ توقع وابستہ رکھتے ہیں کہ یہ لائق اُٹھے۔ اسی طرح شفیق و مخلص اُستاد بھی اپنے شاگرد کو لائق تر بنانا چاہتا ہے حالانکہ اسے شاگرد سے اپنے گھریلو اور ذاتی معاملات میں بڑھاپے کی بے کاری، ضعف اور بیماری کے زمانہ میں عموماً کام آنے کی کوئی اُمید نہیں ہوتی۔ بلکہ کبھی کبھی تو استاد کسی ملک کا ہوتا ہے اور شاگرد کسی ملک کا اور بعد میں زندگی بھر آپس میں ملاقات بھی نہیں ہوتی۔ تو گویا ماں باپ کی طرح اگر کوئی طبقہ احسان کرتا ہے تو وہ اساتذہ کا طبقہ ہے جو اپنے شاگردوں پر احسان کیا کرتا ہے۔

جب اساتذہ اتنے بڑے محسن ہوئے تو طالب علم کا فرض ہوتا ہے کہ وہ احسان شناسی کرے ان کی اطاعت کرے اور انہیں خوش رکھ کر اُن کی دُعائیں لے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں۔

طلبا کا دوسرا فرض :

آپ جانتے ہیں کہ علم ہی وہ دولت ہے جس سے تہذیبِ اخلاق کا بے بہا سرمایہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ سرمایہ اس لیے نہیں ہوتا کہ اسے تالا لگا کر رکھ دیا جائے بلکہ یہ دولت سرمایۂ تجارت کی طرح استعمال میں لانے سے بڑھتی ہے اس سے خود کو اور دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ علم کی گرانمایہ دولت حاصل ہو جائے تو اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس پر عمل بھی کرے کیونکہ علم عمل ہی کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔

اگر آپ اپنے علم پر عمل کریں گے تو اس سے جاہل کو بھی فائدہ پہنچے گا کیونکہ وہ جاہل جو پڑھ نہیں سکتا آپ کے عمل سے سبق حاصل کرے گا اور اس کے اخلاق و معاملات بھی سُدھر جائیں گے۔

لیکن اگر خدانخواستہ آپ نے خود ہی اپنے علم پر عمل نہ کیا وہی بے تہذیبی، وعدہ خلافی، غیر ذمہ دارانہ گفتگو، بے شرمی، بے حیائی، گالی گلوچ اختیار کیے رکھی جو ایک غیر مہذب اور جاہل کا شیوہ ہو سکتی ہے کسی پڑھے لکھے کو زیب نہیں دیتی تو آپ میں اور جاہل میں کوئی فرق نہیں رہے گا بلکہ آپ ایسے ہوں گے جیسے اپنے علم کا چراغ بجھا کر جہل کی تاریکی میں اضافہ کر رہے ہوں۔

طلبا کا تیسرا فرض :

طلبا کا تیسرا فرض جو سب سے اہم ہے یہ ہے کہ وہ دینی معلومات حاصل کریں۔ہم اس دنیاوی زندگی کے آرام سے گزارنے کے لیے اتنے جتن کرتے ہیں ہر قسم کی کوشش اور بے انتہا محنت کرتے ہیں حالانکہ اس دنیاوی زندگی کا پل بھر کا بھی بھروسہ نہیں ہوتا۔لیکن اُس جہان میں آرام وراحت حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کرتے جو لافانی ہے۔ہم اپنے ظاہری لباس وضع قطع کو اور اپنے جسم کو سنوارتے ہیں اور جس روح سے اس کی بقاء ہے اس کی حالت درست کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے ہم اپنے جسم کو کھلاتے پلاتے ہیں اور کبھی رُوحانی غذا رُوح کو نہیں پہنچاتے تو کیا جسم و دنیا کی طرف اتنی توجہ اور روح و آخرت سے اتنی غفلت درست ہے؟ یقیناً درست نہیں۔اس لیے ہر طالب علم کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر اس نے علم دین سے واقفیت حاصل نہیں کی تو اس کا علم ہرگز کامل نہیں۔

علمِ دین اس علم کا نام ہے جس میں ہمیں جناب رسالتمآب ﷺ نے وہ باتیں بتلائی ہیں جو خدا کو پسند اور ناپسند ہیں۔جن پر عمل کرنے سے خدا کی رحمت اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور عمل نہ کرنے سے بندہ اس کی ناراضگی اور قہر و غضب کا مستحق ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی خوشنودی سے نوازے اور غضب سے پناہ میں رکھے۔وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆

بقیہ : درس حدیث

نہ بصرہ میں تھے اتنے ،نہ شام میں نہ دمشق میں تھے اتنے ، نہ مصر میں تھے بلکہ پورے ملک مصر میں اتنے صحابہ کرام تین سو تک یا اس کے لگ بھگ تعداد ذکر کی گئی ہے جو پہنچے ہیں اور یہاں ایک شہر (یعنی کوفہ) میں اتنے جمع ہوگئے تو ان کو وہاں بھیجا اور (اہلِ کوفہ کو) یہ تحریر فرمایا اٰثرتکم بعبد اللّٰہ علی نفسی . میں نے عبداللہ ابن مسعودؓ کو جو تمہارے پاس بھیجا ہے تو اپنے اُوپر تمہیں ترجیح دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فقہ حنفی کا مدار ہیں :

تو اللہ تعالیٰ نے ان کو علم اور فہم اور فقاہت سے نوازا تھا اور اِن کا فیض بہت چلا اس لیے کہ مذہب حنفی کا مدار جو ہے وہ یہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ ساری دُنیا میں چل رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں آخرت میں ان حضرات کا ساتھ عطا فرمائے۔آمین۔اختتامی دُعاء.........................

☆☆☆

الوداعی خطاب

جامعہ مدنیہ جدید میں ۲۵؍شعبان المعظم کو صبح گیارہ بجے حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے دورہ صرف ونحو کے تقریباً ۵۰۰ طلباء سے الوداعی خطاب کیا، اس کی افادیت کے پیش نظر اسے شائع کیا جا رہا ہے، قارئین کرام یہ خطاب ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وآله واصحابه اجمعین اما بعد! ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق ٥ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت لھم جنٰت تجری من تحتھا الانھٰر ذٰلک الفوز الکبیر. (سورہ بروج آیت ۱۰۔۱۱)

ترجمہ : بے شک جو دین سے پھسلائے ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو پھر توبہ نہ کی تو ان کے لیے عذاب ہے دوزخ کا اور ان کے لیے عذاب ہے جلنے کا، بے شک جو لوگ یقین لائے اور بھلے کام کیے ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں، یہ بڑی کامیابی ہے۔

علمائے کرام اور میرے عزیز طلباء کرام! کل جمعرات کو آپ کا جامعہ مدنیہ جدید میں دورہ صَرف ونحو کا اختتامی دن ہے۔ شعبان کے مہینے میں آپ حضرات نے تعلیم میں مشغول رہ کر گزارا، اور بہت سے طلباء کی طرح یہ وقت سیر وتفریح اور کھیل کود میں بھی آپ گزار سکتے تھے لیکن یہ اللہ کی توفیق سمجھنی چاہیے اور اس کا خصوصی انعام سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے پڑھانے والوں کو پڑھانے کی اور پڑھنے والوں کو پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ آپ حضرات کا دینی تعلیم حاصل کرنا اور اس کے لیے گھر بار کو چھوڑنا یہ بہت بڑی سعادت ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے ساری ترقی اور سارے زمین کے اور فضاء کے وسائل اور اسباب حاصل ہونے کے باوجود اگر اسلام اور مذہب کی رہنمائی کی روشنی میں انسان عمل نہ کرے تو اس میں اور جانوروں میں فرق نہیں ہوتا۔

امتیازی شان نبی علیہ السلام کی پیروی سے حاصل ہوتی ہے :

امتیازی شان، مرتبہ کی بلندی، دُنیا اور آخرت کی فلاح اور اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز وہ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی پیروی کے علاوہ کسی صورت میں نہیں مل سکتا۔ کتنے با کمال اور با اختیار اور با اقتدار ہم ہو جائیں اگر اس کی رہنمائی اور روشنی نہ ہو تو سب بیکار ہے اور ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن نے اعلان کیا **اولٰئک کالانعام بل ھم اضل** یہ لوگ جانوروں چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے ہیں کیونکہ چوپائے اور جانور چرند اور پرند کی

اللہ نے جوایک فطری عادت بنا رکھی ہے اُس سے ہٹ کر کام نہیں کرتے اُسی کے مطابق لگے ہوئے ہیں اور انسان کے لیے جو مشن دیا اور جو مقصد رکھا یہ چونکہ اُس سے ہٹ گیا تو یہ اُس سے بھی گیا گزرا ہوگیا۔ **وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون** میں نے انسان اور جنات کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا کہ یہ میری عبادت کریں اور جب سارے کام مذہب کی رہنمائی میں ہوں گے تو وہ سارے ہی کام عبادت بن جائیں گے۔ آپ کا چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا ہر چیز عبادت بن جاتا ہے اگر یہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت کی پیروی میں ہو اس کی نقل ہو تو ایسے ہے جیسے نماز پڑھ رہے ہیں ہر وقت، اور جانوروں کے بارے میں پرند کے بارے میں سب کے بارے میں ہے **کل قدعلم صلوتہ وتسبیحہ** ہر ایک کو ہم نے اُس کی صلوۃ اور اُس کی تسبیح سکھائی ہے جانتا ہے ہر ایک، اپنی تسبیح اور صلوۃ کو ہر چیز جانتی ہے، مگر انسان فراموش کر جاتا ہے اس لیے انسان اگر بھٹک جائے تو اُن سے بھی گیا گزرا ہوتا ہے کیونکہ وہ فراموش نہیں کرتے اور انسان فراموش کرتا ہے۔ **وھدینٰہ النجدین** ہم نے اس (انسان) کو دونوں راستے سکھلا دیے بتا دیے، ہدایت کا راستہ بھی اور گمراہی کا راستہ بھی۔ اس (ہدایت کے راستہ) پر جاؤ گے تو جنت میں چلے جاؤ گے۔

جنت کیا ہے؟ :

جنت کیا چیز ہے؟ جنت ویسے تو اُردو میں اس کا ترجمہ باغ ہے جس میں درخت ہوں پھول ہوں گھاس ہو خوشنما مناظر ہوں یہ باغ ہے تو یہ تو حاصل ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے یہ تو موجود ہیں ہمارے دائیں بائیں بے شمار دُنیا میں بڑے بڑے خوبصورت باغ موجود ہیں پھر کیا مطلب، کیا خصوصیت ہے اس جنت کے لفظ کی؟ اس کو ذکر کرنے کی خصوصیت یہ ہے کہ جنت ایسی جگہ کا نام ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنی کامل رضا کا اعلان کردیں گے کہ آج میں تم سے راضی ہوں اور ہمیشہ کے لیے ہوں یہ اُن کو نوید سُنائی جائے گی یہ ہے جنت، اس لیے یہ اہم ہوگئی اور اس کی طلب مقصود بن گئی کہ چونکہ یہ ایسی جگہ کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا مظہر اتم ہے یعنی اس میں اس کی رضا بڑھتی چلی جائے گی، ہر لمحے رضا میں اضافہ ہوگا ہر لمحے اُس کا قرب بڑھے گا تو ایسی جگہ کا نام ہے جنت۔

جہنم کیا ہے :

اور جہنم والعیاذ باللہ ایسی جگہ کا نام ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا غصہ اور غضب ظاہر ہوگا وہ اُس کے غصہ اور غضب کا مظہر اتم ہوگا۔

علماء اور طلباء پر کیا لازم ہے :

اچھے لوگ جنت میں جائیں گے، جن سے اللہ ناراض ہوگا وہ جہنم میں چلے جائیں گے اس لیے آپ حضرات جو

معاشرہ کا جوہر ہیں نچوڑ ہیں علماء اور دینی طلباء، مستقبل کے رہنما، مستقبل کے معمار بڑا قیمتی سرمایہ اور اثاثہ ہیں ان کے لیے جہاں خود کو جہنم سے بچانا اور جنت کے راستہ پر لگنا ہے ایسے ہی یہ بھی لازم ہے کہ دوسروں کو بھی بچاؤ اور جنت کی طرف لاؤ کیونکہ جب آپ عالمِ دین بن جائیں گے اور اس راستے پر آپ لگ جائیں گے تو گویا آپ نے نبیوں کے راستے کو اختیار کر لیا اور نبیوں کا مقصد یہی ہے کہ اپنی ذات سے باہر پورے عالم اور کائنات کی فلاح کی فکر کرنا۔ ان کو جہنم سے بچانا اور جنت کے راستہ پر لے آنا یہ مقصد ہے۔ صرف یہ مقصد نہیں کہ آپ پڑھ لیں سُن لیں سمجھ لیں وقتی طور پر متاثر بھی ہو جائیں اور اس کے بعد پھر دُنیاوی رسموں اور کاروبار اور ضرورتوں میں لگ جائیں اور سب پڑھے پڑھائے اور محنت کو فراموش کر دیں یہ نہیں ہے۔ یہ (دینی) مشن آپ کو لازمی اختیار کرنا پڑے گا اس پر لگے رہنا پڑے گا۔

تفصیلاً علم سیکھنا فرضِ کفایہ ہے :

یہ سمجھنا چاہیے کہ اُمت میں سے چند لوگوں کے لیے تفصیلاً علمِ دین حاصل کرنا یہ فرضِ کفایہ ہے اگر کوئی بھی حاصل نہیں کرے گا معاشرہ میں سے تو سب گناہگار رہوں گے اور اتنا بڑا گناہ ہوگا جیسے فرض کو چھوڑنے کا ہوتا ہے اور اگر ایک مخصوص جماعت تیار ہو جاتی ہے تو باقی لوگوں سے تفصیلی علم حاصل کرنے کی ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ یہ اُن کی رہنمائی کرنے والے موجود ہیں۔

مثال سے وضاحت :

تو اسی طرح جب علم سیکھ لیا جس نے تو اُس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی نے نفل نماز کی نیت باندھ لی اب نیت باندھ کر اگر وہ اِس کو توڑتا ہے تو اس پر زندگی میں جب تک زندہ ہے یہ فرض لازم رہے گا کہ اس کا اعادہ کرے وہ نفل ادا کرے جب تک نیت نہیں باندھی تھی لازم نہیں تھا، باندھ لی تو ضروری ہو گیا اس لیے جو اس راستہ میں آگیا داخل ہو گا جس نہج پر اُس نے یہ کام شروع کر دیا اب ایک درجہ میں اُس پر یہ فرض ہو گیا کہ وہ اِس راستہ میں کچھ نہ کچھ خدمت ضرور انجام دے۔

دُنیاوی کاموں سے اسلام نہیں روکتا :

یہ نہیں کہ کاروبار نہ کرے یہ اسلام نہیں کہتا، عالم کو مفتی کو فقیہ کو محدث کو اس سے نہیں روکتا، بڑے بڑے ہمارے فقہاء محدثین سب آپ دیکھیں گے پڑھیں گے بڑے بڑے تاجر تھے زمینیں تھیں مال تھا سب کرتے تھے لیکن اس کام کو نہیں چھوڑا، اس (دنیوی) کام کو اگر چھوڑنا پڑا تو چھوڑ دیا اس کو نہیں چھوڑ سکتے آپ، کیونکہ رزق تو اللہ نے دینا ہے وہ تو اُس کا وعدہ ہے وہ تو ملے گا آپ کو، کبھی زیادہ کبھی کم، لیکن ملے گا انشاء اللہ وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا وہ اللہ نے دینا ہے۔

عالم دین کی خدمت کو نہیں چھوڑ سکتا :

تو آپ دین کو رزق کے حصول کی خاطر نہیں چھوڑ سکتے۔ دین کے راستہ پر آپ کو جمے رہنا پڑے گا یہ فرضوں میں سے ایک فرض ہو گیا آپ پر، شروع کرنے کے بعد اب آپ اسے نہیں چھوڑ سکتے۔ لٰہذا یہ آپ کا مرتے وقت تک ایک مشن ہے، کوئی بہانہ اس سے نکلنے کا اب نہیں چل سکتا، یہ کرنا پڑے گا۔

فتنہ کا دور، دجال کی آمد :

اور یہ جو دور چل رہا ہے اس وقت، یہ ہے بہت فتنے کا دور اور یہ دور ایسا چل رہا ہے کہ دجال کے آنے کی جو نشانیاں حدیث شریف میں بیان کی گئی ہیں اُس سے لگتا ہے کہ وہ وقت قریب آرہا ہے۔ پتا نہیں پچاس سال ہیں معلوم نہیں سو سال ہیں ڈیڑھ سو سال ہیں دو سو سال ہیں۔

پورے عالم کے اعتبار سے صدیاں دنوں کی طرح ہوتی ہیں :

دو سو تین سو سال کی پورے عالم کے اعتبار سے کوئی لمبی حیثیت نہیں ہوتی دنوں کی حیثیت رکھتا ہے، سُن کر تو یوں لگتا ہے کہ اچھا دو سو سال ہیں لیکن دو سو سال ہماری محدود اپنی زندگی میں سوچیں تو ہمیں بڑے لگتے ہیں۔ اس پورے عالم کے اعتبار سے سوچیں گے تو دو سو تین سو سال کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لیے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ قیامت ایسے ہے اتنا قریب جیسے یہ میرا ہاتھ سر کے قریب ہے تمہارے، تو چودہ سو سال تو گزر گئے اس کو قریب فرما رہے ہیں نبی علیہ السلام، کیونکہ وہ پورے عالم کے لیے پیغمبر تھے کسی گلی محلہ کے لیے نہیں تھے، دو چار آدمیوں کے لیے نہیں تھے۔ دو چار آدمیوں کے لیے گلی محلے کے لیے تو انسان کی حد دس سال بیس سال تیس سال پچاس سال تک جاتی ہے اُسی کی منصوبہ بندی کرتا ہے اُسی کے بارے میں ہدایات دیتا ہے اُس سے آگے سوچنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ لیکن جب پورے عالم کا مقصد پیشِ نظر ہو تو پھر اُسی اعتبار سے دیگر چیزوں کا حجم بڑھتا چلا جاتا ہے۔

دجال کی آمد سے پہلے چھوٹے چھوٹے دجال پیدا ہوں گے :

تو یہ دور ہے فتنہ کا، دجال کی آمد سے پہلے دجال کے چھوٹے چھوٹے فتنوں کا ظہور شروع ہو جائیگا چھوٹے چھوٹے دجال پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے جیسے جب آگ کہیں جلتی ہے تو آگ میں آپ جائیں یا نہ جائیں اس کے قریب جائیں گے سینک لگنا شروع ہو جاتا ہے جتنا قریب جائیں گے سینک بڑھتا چلا جائے گا بڑھتا چلا جائے گا حتی کہ اس میں کوئی چلا جائے گا تو جل ہی جائے گا بھسم ہو جائے گا۔ اسی طرح بارش ہونے کی صورت میں پہلے بادل آتا ہے ابھی

بارش ہوئی نہیں لیکن اس کے اثرات ٹھنڈی ہوائیں آنی شروع ہوجاتی ہیں اندازہ کرتے ہیں کہ بارش ہورہی ہے کہیں خوش ہونے لگتے ہیں تو یہ اس کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ تو یہ جو ہے دور یہ بہت بڑے فتنے کا دور ہے اس میں آپ کے چاروں طرف فتنے ہیں اور اِن فتنوں سے نمٹنا ہے آپ نے ،اس کی پہلی اور اولیں ذمہ داری آپ پر آتی ہے، عیسائیت زوروں پر ہے یہودیت زوروں پر ہے اور یہودی تو دجال کی خصوصی فوج ہوگی اور یہ قدرتی طور پر منظم ہورہے ہیں گویا دجال کے لیے ایک میدان ہموار ہو رہا ہے اس کی آمد کا انتظام ہو رہا ہے۔ تو اُس کی آمد سے پہلے دنیا میں فتنے پھیل رہے ہیں اور یہ بات یاد رکھیں کہ خاص طور پر ہمارا ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش بھی دجالی قوتوں کے نشانے بنے ہوئے ہیں۔

دجالی قوتیں نبی علیہ السلام کی سیاسی اور اقتدار سے متعلق پیشین گوئیوں سے خوب آگاہ ہیں :

اس لیے کہ دجالی قوتیں مذہب سے واقفیت رکھتی ہیں یہ بات یاد رکھیں وہ اگر پتلون میں ٹائی میں نظر آتے ہیں تو وہ بات اور ہے، کافر ہیں پہنتے ہیں لیکن انھیں مذہب کی معلومات اور نبی علیہ السلام کی اُن پیشن گوئیوں پر پورا عبور ہے جن کا تعلق سیاسی قوت سے ہے سیاسی اُتار چڑھاؤ سے ہے اور اقتدار کے ساتھ ہے اُس کی معلومات پورے یہودی علماء رکھتے ہیں عیسائی علماء رکھتے اور اُن کی سیاسی قوت اس سلسلہ میں ان سے رہنمائی لیتی ہے اُس کی روشنی میں کام کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ جب دجال کا فتنہ ہوگا اور آخری دور آئیگا تو فتنوں کا بڑا مرکز اور ان کا نشانہ وہ مشرقِ وسطیٰ ہوگا حرمین شریفین کی وجہ سے۔

خراسان ہمارا پڑوس اور اس کی اہمیت :

حدیث میں آتا ہے کہ ان کی مدد باہر سے ہوگی جیسے خراسان کا آتا ہے۔ خراسان کے لوگ جو ہیں وہ لشکر ترتیب دیں گے خراسان ہمارا پڑوس ہے افغانستان اور ایران میں پھیلا ہوا ہے قدیم خراسان جو ہے وہ بہت بڑا تھا اب تقسیم ہو کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں ہو گیا اُس کے بعض ٹکڑوں کا نام اب خراسان نہیں ہے چھوٹے سے ٹکڑے کا نام خراسان رہ گیا لیکن خراسان بڑا خطہ ہے تو یہاں سے بڑی عظیم فوج جس کا اللہ کے یہاں بڑا مرتبہ ہوگا حدیث میں اس کی تعریف آئی ہے وہ جائے گی پھر عراقیوں کا ذکر آتا ہے کہ عراق کے جو زعماء ہیں وہ آئیں گے حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کریں گے تو یہ کیونکہ بین الاقوامی مسئلہ ہوگا اور سب طرف اس کے اثرات ہوں گے۔

''این جی او'' دجالی فتنہ، غریب مسلمان ان کا پہلا نشانہ :

اس لیے وہ ابھی سے اپنی کوششیں کررہے ہیں پیش بندی کے طور پر اور اس پیش بندی کے لیے وہ جو قوت استعمال کر رہے ہیں اور جس منصوبے پر وہ عمل کر رہے ہیں اُس پر ''این جی او'' کا لیبل لگا ہوا ہے عرفِ عام

میں ''این جی او'' کا مطلب ہے فلاحی ادارے [1] امریکہ اور یورپ کے ناروے، سویڈن وغیرہ یہ ممالک ان کی سرپرستی کرتے ہیں ان کو مال فراہم کرتے ہیں ان کا نشانہ سب سے زیادہ غریب علاقے ہیں وہ پاکستان کے ہوں، ہندوستان کے ہوں، بنگلہ دیش کے ہوں، افغانستان کے ہوں جہاں کے بھی ہوں یا افریقہ کے ہوں جہاں پر غربت بہت زیادہ ہے اس پر وہ سب سے پہلے محنت کرتے ہیں اور وہاں جا کر کام شروع کرتے ہیں کیونکہ یہ قدرتی بات ہے کہ جب انسان بھوکا ہوگا اور اس کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں ہوگا اس کے بیوی بچے بھوک سے بلک رہے ہوں گے تو اس سے اگر آپ کہیں گے کہ آؤ وضو کرلو نماز پڑھ لیں اور روزہ رکھ لیں وہ کہے گا میرا تو پہلے ہی مہینہ بھر سے روزہ چل رہا ہے تم مجھے روزہ رکھوا کر کیا کرو گے۔

فقر کبھی کفر کا سبب بن جاتا ہے :

حدیث میں آتا ہے **کاد الفقر ان یکون کفرًا** کہ فقر بعض اوقات کفر تک لے جاتا ہے انسان کو العیاذ باللہ یہ حالات وہ جانتے ہیں یہ چیزیں وہ سمجھتے ہیں کیونکہ نبی علیہ السلام کی پیشن گوئیاں اور چیزیں وہ معقولی ہیں ۔معقولات سے اُن کا تعلق بھی ہے۔ ورائے عقل ہوں تو وہ اور بات ہے لیکن عقل کے خلاف کوئی چیز نہیں ہے کافر کی عقل بھی اُسے مانے گی مسلمان کی عقل بھی اُسے مانے گی۔قرآن پاک میں آتا ہے جانتے ہیں مانتے نہیں ہیں وہ بھی جانتے تھے سب کہ یہ حق ہے لیکن اصل تو ماننے سے ہوتا ہے مانتے نہیں تھے۔آج بھی یہی ہے تو وہ غریب علاقوں میں آتے ہیں اور اُن کی جو مالی ضرورتیں ہیں اُن کو پورا کرتے ہیں دُودھ راشن کے طور پر دینا شروع کردیں گے چینی دینا شروع کردیں گے بیماروں کے لیے دوائیں دینا شروع کردیں گے اور پھر اس طرح کرتے کرتے اس کی آڑ میں عیسائیت کی تبلیغ کریں گے۔اب اگر اُن کے اس طریقہ کے خلاف آپ نے جا کر کام نہ کیا اور آپ نے صرف دعوت پر اکتفاء کرلیا اور اس سے کہا کہ تیرا عقیدہ یہ ہے وغیرہ وغیرہ مگر اُسے تو سننے کی فرصت نہیں ہے وہ تو تکلیف اور صبح شام کی بھوک میں ایسا پریشان ہے کہ وہ آپ کی یہ بات نہیں سنے گا۔آپ کو اس کی بھوک کا پہلے علاج کرنا پڑے گا۔

اب پچھلے لوگوں جیسا ایمان مضبوط نہیں ہے :

کیونکہ ایمان اُس زمانے کی طرح اب مضبوط تو نہیں ایمان تو کمزور ہیں ہمارے بھی کمزور ہیں جب ہمارے

---

[1] ''این۔جی۔او'' مخفف ہے ''نان گورنمنٹ آرگنائزیشن'' کا، اس کا ترجمہ ہے ''غیر سرکاری تنظیم'' یہ فلاحی خدمات کے نام پر درپردہ یہودیت، عیسایت، قادیانیت، آغاخانیت کا پرچار کررہی ہیں۔

کمزور ہیں جو اس وقت مسلم اور اسلامی معاشرہ کی کریم ہے جسے کہا جائے علماء اور طلباء کا طبقہ، ہم بھی دعوٰی نہیں کر سکتے کہ ہمارے ایمان جیسے پہلے لوگوں کے مضبوط تھے ویسے ہیں تو اُن بے چارون کی بات تو اور نیچے کی ہو جاتی ہے تو ایسا ایمان تو ہے نہیں، لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ اُن کے ایمان کی حفاظت کریں کیونکہ کفر کی یلغار مالی تعاون کی شکل میں ان کی ہمدرد بن کر آرہی ہے لیکن مقصد اُن کا یہ ہے کہ ان کو اسلام سے نکال دیا جائے اور کافر بنا دیا جائے۔ چنانچہ بنگلہ دیش میں بہت بڑی تعداد ایسی ہے لاکھوں کی بلکہ لاکھوں سے بڑھ رہی ہے جو عیسائی ہو چکی ہے العیاذ باللہ، بنگلہ دیش میں کیونکہ غربت ہے تو وہاں وہ اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔

کفر کا طریقۂ واردات :

اور امداد دینے کے بعد جب وہ دیکھتے ہیں کہ کچھ دن دس دن پندرہ دن بیس دن امداد لے لی تو پھر بند کر دیں گے پھر وہ جاتا ہے اوخوشامد کرتا ہے جب وہ خوشامد کرتا ہے تو پھر دیدیں گے کچھ، اور وہاں پر کمانے کے وسائل پیدا نہیں ہونے دیتے پلانٹ لگانے نہیں دیں گے کارخانے اور فیکٹریاں لگانے نہیں دیں گے زرعی ترقی نہیں ہونے دیں گے کیونکہ اگر یہ ترقی شروع ہو گئی تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کمانا خود شروع کر دیں گے محنت مزدوری کرنی شروع کر دیں گے جب محنت مزدوری خود کریں گے تو ہم پر سے اُن کا انحصار ختم ہو جائے گا پھر یہ ہمارے پاس نہیں آئیں گے لہٰذا وہاں پر مصنوعی قحط پیدا کرتے ہیں وہاں پر حالات ایسے پیدا کرتے ہیں کہ قحط کی شکل ہو جائے پانی کی قلت ہو جائے زرعی آلات کی کمی ہو جائے اور جو اس قسم کے دسیوں حیلے بہانے اور اُن کے بہت بہت طریقے ہیں وہ سارے استعمال کرتے ہیں تاکہ ہم پر اُن کا انحصار رہے۔

ان کے ایمان بچانے کی ترکیب :

تو اب اس میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی جو مادی اور بنیادی ضرورت ہے جس کو اسلام نے بھی ضروری قرار دیا ہے روٹی ہے کپڑا ہے رہائش ہے یہ بنیادی چیزیں ہیں پہلے ان کو یہ فراہم کی جائیں یہ جو بھٹو نے نعرہ لگایا تھا یہ اُس نے اسلام ہی کی چیز لی تھی اور چالاک انسان تھا ہوشیار تھا اُس نے کہا ''روٹی کپڑا اور مکان'' ساری قوم بے وقوف بن گئی پیچھے لگ گئی انھوں نے کہا بس یہ سچا (ہمدرد) آ گیا ہمارا لیکن اُس نے دیا کچھ بھی نہیں کسی کو۔ تو یہ جو ضرورتیں ہیں یہ بنیادی ہیں چنانچہ اس کے لیے بھی آپ کو اپنے اپنے علاقے میں محنت کرنی پڑے گی۔ یہ باتیں اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ آپ لوگوں کا تعلق چاروں صوبوں سے ہے آپ ملک کے چاروں صوبوں سے آئے ہوئے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کا تعلق پسماندہ علاقوں سے ہے غریب علاقوں سے ہے گاؤں دیہاتوں سے ہے وہاں یہ چیزیں آپ کے سامنے آئیں گی

مسائل سُنے گے آپ، تو سُننے کے بعد اس کا حل کیا ہے؟ حل یہ ہے کہ آپ اُن کے پاس جا کر اُن لوگوں کو تسلی دیں تشفی دی اور اُن کی مدد کا انتظام کرائیں وہاں پر۔ وہاں کے مسلمانوں کو آس پاس کے متمول لوگوں کو توجہ دلائیں اور اپنی این جی اوز قائم کریں ان کے مقابلے میں، آپ اُن سے کہیں ہم تمہاری ضرورت پُوری کرتے ہیں تمہیں دوا چاہیے ہم دیں گے تمہیں کھانا چاہیے ہم دیں گے آپ اس کے منہ میں نوالہ دیں پھر آپ جو بات کہیں گے وہ سنے گا آپ کی بات، آپ اُسے دوا فراہم کریں پھر آپ جو بات اُسے کہیں گے وہ آپ کی بات سُنے گا، اس کے بغیر اگر کریں گے تو ہم وہاں فیل ہو جائیں گے اور وہ کافروں کی جو این جی اوز ہیں وہ آگے بڑھ جائیں گی وہ جگہ لے لیں گی۔

دجالی فتنہ کا ایک واقعہ :

ایک دفعہ بنگلہ دیش میں اسی طرح ہوا کہ ایک آدمی کو مدد دی اُنہوں نے اور اُس سے کلمات کفر کہلائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور نبی علیہ السلام کے بارے میں۔ بہت سے واقعات حضرت مولانا سیّد اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم تشریف لائے تھے تو انہوں نے سُنائے تھے، وہی سُنے ہوئے میں آپ کو بتا رہا ہوں تو اُس نے یہ کیا کہ زبان سے کہہ دیتا تھا مگر دل میں ایمان تھا اور جا کر لے آتا تھا اور بالکل چھپ کر نماز اور عبادت کرتا تھا تا کہ پتا نہ چلے ورنہ تو راشن بند ہو جائے گا اور کوئی ہے نہیں مدد کرنے والا، کھانا تو کھانا ہے اور انسان خود تکلیف اُٹھالیتا ہے مگر اپنے بچوں کو تڑپتا ہوا نہیں دیکھ سکتا بیوی کو نہیں دیکھ سکتا ،بہنیں ہیں ماں ہے اُن کی وجہ سے مجبور ہو جاتا ہے چھوٹے چھوٹے بچے بلک رہے ہیں خود پتھر باندھ لے گا انہیں کیسے پتھر باندھے گا تو اُس کی کسی نے رپورٹ دے دی این جی اوز والوں کو کہ یہ اُوپر اُوپر سے ایسا کافر بنا ہوا ہے یہ ہے مسلمان پیسے لینے اور امداد کے لیے آتا ہے انھوں کہا اچھا، تو پھر جب وہ آیا تو اُس کو انھوں نے کہا تو تو ہم سے جھوٹ بولتا ہے اور تو ایسے ہی عیسائی بنا ہوا ہے تو تو مسلمان ہے اُس نے پھر کہا اور یقین دلایا سب کچھ کیا۔ اُنہوں نے کہا نہیں ہم تب مانیں گے کہ یہ قرآن زمین پر رکھ کر اس پر تو کھڑا ہو تو اُس کو جب انھوں نے اس طرح کرایا تو پھر اُسے آگے کچھ دیا ورنہ نہیں دیا۔ تو مسلمانوں کے ساتھ یہ کچھ ہو رہا ہے اِس وقت۔

سندھ اور پنجاب :

سندھ میں یہ کچھ ہو رہا ہے پنجاب کے جو پسماندہ علاقے ہیں اُن میں بھی ہو رہا ہے۔ پنجاب کے پسماندہ علاقوں میں انھوں نے کیمپ لگائے ہیں اور اُن میں وہ نوجوانوں کو بُلانے کے لیے شراب کی، ڈانس کی مجلسیں کرتے ہیں اور نوجوان شوق سے جاتے ہیں۔ اور یہ ایسا فتنہ ہے کہ اس میں بھوکا کیا کھاتا پیتا بھی جاتا ہے سارے جا رہے ہیں اس میں، بھوکے بھی جا رہے ہیں کہ کھانے کو مل جائے گا پیٹ بھرا ہوا بھی جا رہا ہے کہ عیاشی کو مل رہا ہے سارا کچھ، تو سارے

جارہے ہیں اس میں، اُن میں وہیں کی لڑکیاں ہوتی ہیں اُنہی کو وہ ٹرینڈ کرتے ہیں اُنہی سے وہ ڈانس کراتے ہیں اور شراب پیتے پلاتے ہیں اور پھر تمام رات سب کچھ ہوتا ہے تو یہ این جی اوز اس طرح کرتی ہیں جہاں جیسا موقع ہو اُس طرح وہ وارداتیں اور اپنی کارروائیاں کررہی ہیں۔

غریبوں کی مدد۔ نبیوں کی ترجیحات :

اور یہ فلاحی کام اور غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا یہ کوئی غیر ضروری چیز نہیں ہے یہ اہم چیزوں میں شامل ہے یہ ایسی چیزوں میں سے ہے کہ جن پر نبیوں نے اولاً زور دیا۔ آپ دیکھیں حدیث شریف میں واقعہ آتا ہے کہ جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر پہلی دفعہ وحی آئی اور اس کا تحمل آپ پر بہت دشوار ہوا اور تکلیف ہوئی تو گھر میں تشریف لائے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اور لوگ بھی ہوں گے زملونی زملونی مجھے اوڑھادو مجھے اوڑھادو کیفیت ایسی ہورہی تھی کہ کوئی چیز اوڑھنے کو دل چاہ رہا ہوگا کہ اوڑھائیں مجھے سکون ہو اور فرمایا لقد خشیت علی نفسی او کما قال علیہ السلام اس قسم کے کلمات فرمائے کہ جس کا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ مجھے تو اپنی جان کا خدشہ ہو گیا یعنی ایسا کہ کہیں میرا ذہنی توازن نہ بگڑ جائے یا کوئی اور ایسی ویسی چیز نہ ہوجائے، مجھے یہ اندیشہ ہے اپنے پر۔ تو حضرت خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ عنہا جو اُس وقت آپ کی سب سے پہلی اور بہت وفادار جانثار بیوی تھیں انھوں نے عجیب وغریب کلمات کہے انھوں نے فرمایا لا کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابدا یہ فرمایا حضرت خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کو تسلی دینے کے لیے یہ ارشاد فرمایا اُس وقت تک نبی تو نہیں بنے تھے ظہور اب ہونے لگا تھا لیکن آپ کی عزت بہت تھی آپ کے صالح ہونے کی وجہ سے اور آپ کے اچھے کاموں کی وجہ سے ہر ایک آپ کا معتقد اور گرویدہ تھا۔ تو وہ نبی نہیں تھے اُس وقت تک لیکن انھوں نے قسم کھا کر کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رُسوا نہیں کریں گے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ آپ کو رُسوا کریں اور پھر انھوں نے وجہ بتائی چیزیں گنوائیں ان چیزوں میں یہ نہیں ملے گا کہ (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا ہو کہ) آپ ساری رات عبادت کرتے ہیں حالانکہ آپ عبادت کرتے تھے اُس دور میں، وحی سے پہلے عبادت میں گزرتی تھی ساری ساری رات، کئی کئی دن چلہ کشی کرتے تھے اور غار میں تشریف لے جاتے تھے عبادت میں وقت گزرتا تھا مگر اس کا ذکر نہیں فرمارہی کہ آپ روزے رکھتے ہیں آپ یہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں بے شمار خوبیاں تھیں جو آپ کی شخصی خوبیاں تھیں اور جو آپ کی (صرف) ذات کے لیے تھیں مگر وہ نہیں گنوائیں۔

نبی علیہ السلام کی معاشرتی فلاحی سرگرمیاں :

بلکہ معاشرتی سرگرمیاں جسے آج کی زبان میں این جی اوز کی سرگرمیاں کہا جاتا ہے وہ گنوائیں سب سے پہلے

فرمایا انک لتصل الرحم اللہ آپ کو رُسوا نہیں کرے گا آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں جو آپ کے قرابت دار رشتہ دار ہیں آپ سے وہ بُرائی کرتے ہیں مگر آپ جواب میں اُن کے ساتھ اچھائی کرتے ہیں۔ان کی خبر گیری کرتے ہیں غریبوں کی مدد کرتے ہیں اچھی طرح بات کرتے ہیں پیار محبت سے پیش آتے ہیں۔**وتحمل الکلّ** جو لاچار ہو کما نہیں سکتا کھا نہیں سکتا پی نہیں سکتا کسی بھی وجہ سے جسمانی لاغر ہے یا حالات نے اُسے ایسا کر دیا ہے کوئی قدرت کی طرف سے گردش میں آیا ہوا ہے آپ اُس کا بوجھ اُٹھا لیتے ہیں کہ میں کھلاؤں گا تجھے میرے ساتھ صبح شام کھانا کھایا کر میں تجھے کپڑا دیا کروں گا، لے میں تجھے یہ پیسے دیتا ہوں تو جا کاروبار کر لے تو لاچاروں کا بوجھ اُٹھا لیتے ہیں، ہمارا کیا ہے لاچاروں کو سر سے اُتارتے ہیں کہ بابا اس مصیبت سے جان چھڑاؤ۔نہیں، آپ بوجھ اُٹھا لیتے ہیں۔اور فرمایا **وتکسب المعدوم** جس کے پاس کچھ نہیں اُس کے لیے کماتے ہیں آپ کما کر اُس کو دیتے ہیں کہ لو میں تمہارے لیے محنت کروں گا۔اب بھلا کوئی کسی کے لیے محنت کرتا ہے مگر فرمایا میں کروں گا میں تمہارے لیے محنت کروں گا اور تمہیں میں کھلاؤں گا تمہاری ضرورت پوری کروں گا۔دیکھ لیں ساری چیزیں وہ ہیں جن کا لوگوں سے اور اللہ کی مخلوق سے تعلق ہے وہ گنوا رہی ہیں اور پھر فرماتی ہیں **وتقری الضیف** آپ مہمان نوازی کرتے ہیں یہ بھی آپ میں خوبی ہے عام طور پر انسان کی کمزوری ہے کہ کوئی مالدار یا اچھا مہمان آجائے تو اُسکی تواضع تو ذرا گرم جوشی سے کر لیتا ہے اور غریب جو آئے تو اُس کو کہتا ہے کہ چلو مونگ پھلی ہی دے دو چلو گزارا ہو جائے گا مگر مالدار آئے تو کہتے ہیں دُنبہ ذبح کرو لیکن نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی جو زندگی تھی وہ اس طرح گزر رہی تھی کہ آپ کے آس پاس اپنی ضرورتوں کے لیے اپنے مسائل کے لیے غریب اور گرے پڑے لوگ ہوتے تھے تو اس صورت میں مہمان بھی آتے ہیں مہمان کا ایسا ہوتا ہے کہ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا مہمان صبح کو بھی آجاتا ہے دن میں بھی آجاتا ہے کھانے کے وقت پر بھی آجاتا ہے بے وقت بھی آجاتا ہے اور آدھی رات کو بھی آجاتا ہے اور اُس زمانے میں اگر آدھی رات کو مہمان آپ کے دروازے پر آگیا تو آپ کو سوائے اس کے کہ اپنے گھر میں رکھیں کوئی چارہ ہی نہیں ہوتا تھا۔آج کل تو یہ ہے کہ نہیں رکھا تو وہ کہیں ہوٹل میں رہ لے گا کسی سرائے میں اور جگہ چلا جائے گا بہت ذریعے ہیں اور اس دور میں مہمان داری کا ایسا رواج تھا کہ نہ کرو تو پھر رسوائی ہوتی تھی۔اور فرمایا آپ سچ بات کرتے ہیں جھوٹی بات نہیں کبھی سُنی، جانتے ہی نہیں تھے آپ جھوٹ، تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی جو خدمات تھیں معاشرہ کے لیے وہ گنوا رہی ہیں۔

آپ حضرات نبی علیہ السلام کے وارث ہیں :

آپ حضرات نبی علیہ السلام کے وارث ہیں۔یہ چیزیں جو حدیث میں آرہی ہیں یہ آپ کے اولیں مشن میں

سے ہے یہ چیز، یہ نہیں کہ بس صرف پڑھنا پڑھانا کرنا ہے وہ بھی کرنا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کرنا ہے۔ اگر آپ نے یہ نہ کیا تو اس دور میں جو لوگ ہماری غفلت کی وجہ سے کفر کے گڑھے میں جائیں گے اور عیسائیت اور یہودیت کی بھینٹ چڑھ جائیں گے قیامت کے دن العیاذ باللہ ہم سے اس کا جواب طلب ہو سکتا ہے اور کوئی جواب پھر نہیں دے سکے گا ہم میں سے، کیونکہ وہاں اگر کسی سے سوال ہو جائے تو حدیث میں آتا ہے **فقد هلک** تو وہ ہلاک ہو گیا اگر سوال ہو گیا کہ کیوں ایسا نہیں کیا تھا یا کیوں ایسا کیا تھا، تو اس دربار میں جواب ہی نہیں ہے یہاں تو ہم اِدھر اُدھر سے جواب سچے جھوٹے گڑھ لیتے ہیں لیکن وہاں کوئی جواب نہیں بن سکتا لہٰذا ہماری ذمہ داری بنتی ہے شرعی اعتبار سے بھی اخلاقی اعتبار سے بھی انسانیت کے اعتبار سے بھی کہ ہم ایسے لوگوں کی مدد کریں اور کفر کی جو مہمیں ہیں ان کا مقابلہ کرنیکی تیاری کریں اور تدبیر کریں تعلیم و تعلم کے ساتھ ساتھ اُن کی ضرورتوں کا خیال کرتے ہوئے خود بھوکا رہیں اور اُن کو کھلا دیں خود گھٹیا پہن لیں ان کو کپڑا پہنا دیں دو جوڑوں میں سے ایک جوڑا اُن کو دے دیں کچھ بھی نہیں ہے تو ایک کو شلوار دے دیں ایک کو کُرتہ دے دیں ایک کو بنیان دے دیں کچھ تو تن ڈھک جائے گا اُس کا۔ یہ جذبہ پیدا کرنا پڑے گا تب آپ اس یلغار کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوں گے۔ اس لیے کہ اُن (کفار) کے پاس تو پیسہ بے انتہا ہے وسائل بے انتہا ہیں وہ تو خود بھی پیٹ بھرتے ہیں اور جو بھوکے ہیں اُن کے بھی پیٹ بھر رہے ہیں لیکن آپ کو اپنا پیٹ خالی کر کے اُن کا پیٹ بھرنا پڑے گا کیونکہ آپ کے پاس ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں محدود بہت محدود وسائل ہیں اس لیے اُن کے مقابلے کے لیے ہمیں خود کو مصیبت میں ڈالنا پڑے گا تب آپ ان کو اپنی بات سُنا سکیں گے تب آپ اس کو اپنے دین پر مضبوط کر سکیں گے۔

عبرتناک واقعہ :

یہ واقعہ بھی اُنھوں نے سُنایا کہ ایک آدمی جا رہا تھا سودا لے کر تو ایک لڑکا ملا نوجوان اُس نے کہا کہ چچا جان یہ مجھے دے دیجیے میں آپ کا سامان چھوڑ آؤں گا، ہونا بھی چاہیے کوئی بڑا بوڑھا کوئی بھی جا رہا ہو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں اُس کی مدد کریں یہ اچھی بات ہے اب اُس نوجوان نے لے لیا اب وہ ساتھ ساتھ چلتا رہا اُن کے گھر تک جب گھر کا دروازہ آیا اُن کو سودا پکڑا کر چلا گیا اُس کے بعد شاید پھر ایک آدھ دفعہ ایسے ہی ہوا اُس نے پھر یوں ہی کہا، وہ بابا جی جو تھے وہ متاثر ہوئے کہ ایسا نوجوان بچہ اور اس طرح کا سعادت مند، پوچھا کہ تم کون ہو کہاں رہتے ہو کہاں پڑھتے ہو اور یہ جو تم کر رہے ہو یہ تمہیں کس نے سکھایا تو اس نے کہا کہ یہ تو مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم ہے۔ یہ اس لیے میں کر رہا ہوں۔ پوچھا جب اس نے تو وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ اس علاقے کا بچہ ہے اور مسلمان گھر کا بچہ ہے تو وہ حیران رہ گیا کہ یہ

مسلمان گھر کا بچہ ہے لیکن جس سکول میں پڑھ رہا ہے وہ مشنری سکول ہے وہ وہاں پر اُن کو عیسائیت کی تعلیم دیتے ہیں اس اس طرح کی چیزیں دکھاتے ہیں سکھاتے ہیں وہ کہتے ہیں یوں کہنا ہے تم نے ۔اب وہ بچہ عیسائی بن رہا ہے مسلمان ماں باپ ہیں مسلمان ماں باپ اُس کی فیسیں بھر رہے ہیں اُس کا خرچہ دے رہے ہیں اور وہ پڑھ رہا ہے اور پڑھنے کے نتیجے میں ایک عیسائی نوجوان تیار ہو رہا ہے۔

ایک اور واقعہ :

اور اس طرح بھی کرتے ہیں کہ جب اُن کے ہسپتال میں جائیں گے علاج کے لیے تو ڈاکٹر پوچھے گا کہ تمہیں کیا تکلیف ہے تو وہ کہے گا کہ مجھے یہ تکلیف ہے اور وہ نسخہ لکھ دے گا لیکن دوا صحیح نہیں دے گا۔اب وہ لے جائے گا اب وہ دوسرے دن آئے گا کہے گا ڈاکٹر صاحب مجھے تو کوئی فائدہ نہیں ہوا میں تو ویسے ہی ہوں ۔وہ پھر ایک دن کی دوائی لکھ دے گا غلط دے گا صحیح نہیں دے گا ایسی کہ نقصان بھی نہ دے فائدہ بھی نہ دے ایسی دوا لکھ دے گا اور اُس کو کہتا ہے کہ تم بس یہ کھا لینا بسم اللہ پڑھ کر بلکہ اس سے پوچھتا ہے کہ کیسے کھاتے ہو وہ کہتی ہے کہ میں تو اللہ کا نام لے کر کھاتی ہوں پھر دو تین دفعہ کے بعد وہ اس کو صحیح دوا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اچھا تم یہ نام لیکر کھاتی ہو آئندہ تم یہ نام لینا کہ اے مسیح مجھے شفا دے دے اور اُسے دوا صحیح لکھ دیتا ہے نزلہ کی زکام کی پیٹ کی جو بھی تھی وہ پھر اس موقع پر صحیح دوا دیتا ہے اب جب وہ جاتی ہے یا جاتا ہے جو بھی ہو جن کو دے رہا ہے جب یہی کہہ کر دوا کھاتے ہیں تو دوا نے تو فائدہ کرنا ہے اب وہ پھر آتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب فائدہ ہوا ہے پھر یہ کہتا ہے جب بھی کوئی کام کرو تو یہ نام پہلے لیا کرو تو یہ اُن کے طریقہ واردات ہیں۔

آغا خانی اور شمالی علاقہ جات :

اور اب یہ جو ہمارے شمالی علاقے ہیں سکردو، بلتستان ، گلگت، چترال وہاں غریب علاقے ہیں یہاں پر ساری این جی اوز کی سرپرستی آغا خانی کر رہے ہیں جتنے آغا خان شیعے ہیں بہت مالدار ہیں اُن کا لیڈر آغا خان پیرس میں بیٹھا ہوا ہے ان کی یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی ہے، قادیانیوں مرزائیوں سے ان کے تعلقات ہیں یہ بھائی بھائی ہیں آپس میں۔اب آغا خانیت کو آپ چاہے مرزائیت کا نام دے لیں چاہے مرزائیت کو آغا خانیت کا نام دے لیں ایک ہی چیز ہے۔ان کے مقاصد ایک ہیں اسلام کے بارے میں اور مسلمانوں کے بارے میں، وہاں وہ دودھ فری دیتے ہیں اور انھیں آغا خانی بناتے ہیں ۔یہ ساری چیزیں ایسی ہیں کہ جس پر فکر کی ضرورت ہے۔

ایک اور ناپاک مقصد :

اور یہ بات یاد رکھیں کہ در پردہ این جی اوز کا اصل مقصد یہ ہے کہ طبقہ علماء کو ختم کر کے رکھ دیں کیونکہ یہ قوم العیاذ باللہ اگر کافر بن گئی عیسائی بن گئی اور اُنکی دُنیاوی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں تو یہی ہماری آپ کی کمر میں آ کر خنجر گھونپیں گی اور مسلمانوں کا قتلِ عام ہوگا۔ان کے مقاصد ہی یہی ہیں کہ قتلِ عام خانہ جنگی کی صورت میں کروادو کیونکہ خانہ جنگی میں راتوں رات لاکھوں لوگ مرجاتے ہیں اور جنگ میں دو دو سال بمباری کروتو اتنے نہیں مرتے جتنے خانہ جنگی میں مرجاتے ہیں۔ایک مہینہ کی خانہ جنگی بھرپور ہوجائے تو وہاں صفایا ہوجاتا ہے اور کسی پر الزام بھی نہیں آتا امریکہ بھی کہے گا کہ ہم بھی مدد کے لیے جہاز بھیج رہے ہیں اور وہ (یورپ) بھی کہے گا کہ ہم بھی مدد کے لیے بھیج رہے ہیں حالانکہ سب فساد اندر سے وہی کروا رہے ہوتے ہیں اور بظاہر مسیحا بن جاتے ہیں۔یہ کھیل ہو رہا ہے اور اس کھیل کے لیے میدان تیار کیا جارہا ہے اور ہم اور آپ غفلت میں بیٹھے ہوئے ہیں لہٰذا آپ کی اور ہماری جو ذمہ داریاں ہیں وہ بہت بڑی بڑی ہم پر آنے والی ہیں اور آنے والی نہیں بلکہ آ گئی ہیں۔ان کی فکر کرنی چاہیے تعلیم وتعلم میں بھی مشغول رہیں اپنے علاقے کے لوگوں کو اپنے خاندان اور اپنے قبیلے والوں کو اِن حالات سے بھی آگاہ کریں اور ان کاموں کے لیے اُنھیں مستعد کریں آپ خود نہیں کر سکتے تو جس میں یہ صلاحیت ہے اُس کو کہیں اُس کو آگے کریں۔یہ دینی مدارس جو مراکز اور قلعے ہیں اسلام کے ان کے خلاف کفر سازش کر رہا ہے یہ ساری منصوبہ بندیاں اس لیے ہیں کہ جتنے دینی مراکز ہیں ان کو ختم کر دیا جائے لہٰذا اس کی فکر کرنی چاہیے اور اس میں بہت بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری اپنی مسلمان تنظیمیں اُن کے آلہ کار بنی ہوئی ہیں۔اسی طرح دنیاوی اور کالجوں کی تعلیم یافتہ فوج ہے جو ایچی سن کی تعلیم یافتہ ہے اور فلاں کی تعلیم یافتہ ہے یہ اُن کے آلہ کار بنتے ہیں اُن سے متاثر ہوتے ہیں ان کی وجہ سے بھی حالات بہت خراب ہوجاتے ہیں اس لیے بہت زیادہ فکر آپ کو اور ہمیں کرنی ہے۔

علماء اور طلباء کے اہم اہداف :

اب آپ کا جو مقصد ہونا چاہیے وہ تعلیم وتعلم اور اس کے ساتھ ساتھ مخلوقِ خدا کی خدمت ہے اور مخلوقِ خدا کی خدمت میں سب سے اچھی اور افضل مخلوق انسان ہے اور انسان کی خدمت سب سے بڑی یہ ہے کہ کفر سے بچا کر اُس کو فلاح کی طرف لے آئیں باقی خدمتیں بعد کی ہیں تو تعلیم وتعلم اور کفر سے بچا کر مخلوق کو فلاح کی طرف لانا اور اس ساری چیز سے مقصد صرف اللہ کی رضا ہو اور کچھ نہ ہو۔

ذکر فکر کی طرف توجہ اور اس کا فائدہ :

اس کے لیے میں نے پہلے بھی ذکر کیا کہ علماء کو خاص طور پر جو ذکر ہے اس کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے ذکر اللہ جو ہے یہ ایسی چیز ہے کہ اس کی برکت سے جو دین آپ پڑھ رہے ہیں اس سے آپ خود متاثر ہونا شروع ہو جائیں گے اس کے بغیر عموماً انسان اپنی تعلیم سے جو اُس نے پڑھی ہے متاثر نہیں ہوتا جب خود کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا تو دوسرے کو بھی متاثر نہیں کر سکتا۔

مثال سے وضاحت :

آپ دیکھتے ہیں کہیں موت ہو جاتی ہے آپ اُس جگہ جاتے ہیں اُس کے باپ سے ملتے ہیں جس کی موت ہوئی ہے اُس سے مل کر آپ کی طبیعت پر اور طرح کا اثر پڑ رہا ہے حالانکہ وہ آدمی آپ کو زبان سے کچھ بھی نہیں کہہ رہا مگر کیونکہ وہ اس صدمہ سے خود سچ مچ متاثر ہے اس لیے آپ کو متاثر کر رہا ہے آپ جب اس کے ماموں سے ملتے ہیں تو اُس کی طبیعت دیکھ کر بھی آپ متاثر ہو رہے ہیں لیکن اس میں کم متاثر ہوئے باپ سے جب ملے تھے تو زیادہ متاثر ہوئے تھے اس کی کیا وجہ ہے وہ بھی دو ہاتھ پاؤں والا انسان ہے اسی طرح آنکھ ناک کان اس کے بھی ہیں، فرق یہ ہے کہ اُس صدمہ سے وہ زیادہ متاثر تھا اس لیے آپ کو اس نے زیادہ متاثر کیا۔ وہ کم متاثر تھا اُس نے آپ کو کم متاثر کیا۔ زبان سے کچھ بھی نہیں کہہ رہا، چہرے کے اُتار چڑھاؤ اور وضع قطع وہ متاثر کرتے ہیں تو جب آپ اپنے دین سے اور جو چیز پڑھ رہے ہیں اُس سے جب خود متاثر ہو جائیں گے تو پھر قدرتی طور پر آپ کے اثرات دوسروں پر پڑنے شروع ہو جائیں گے اور جب تک آپ متاثر خود نہیں ہوں گے تو میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ یہ اداکاری تو ہوگی، دکھاوے کی ایک ظاہری دعوت اور تبلیغ تو ہوگی جس کو اداکاری کا نام دیا جائے گا، اداکاری کرنے والا خود متاثر نہیں ہوتا ایک جھوٹا تاثر چھوڑتا ہے اداکاری کر کے، جو بے اثر ہوتا ہے اس لیے ان چیزوں کا خیال رکھیے کہ تعلیم و تعلم میں مشغول رہیے مخلوقِ خدا کی فکر کریں جیسے جہاں حالات ہوں اس طرح پر انتظام وہاں کرنے کی فکر کریں۔ خود نہیں کر سکتے تو جو اس کی صلاحیت رکھتے ہیں اُن سے کروائیں اور اللہ تعالیٰ کو راضی رکھیں۔

ایک طالب علم کا اشکال اور اُس کا جواب :

اس کے ساتھ ہی ایک چیز کا مجھے اور خیال آیا کہ یہاں ہفتہ وار جو درس ہوتا ہے اس میں ایک واقعہ آیا تھا تو اس پر کسی طالب علم نے حضرت شیخ العرب والعجم سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک سوال کیا تھا مجھے خیال آیا کہ اب ضمناً وہ بات بھی ہو جائے کیونکہ شاید اب آپ سے ملاقات نہ ہو، تو اُس نے مجھے اخبار کا ایک حوالہ بھیجا تھا جو کہ

حضرتؒ کے بارے میں ہے اور اُس کی وضاحت مانگی تھی تو میں نے سوچا وہ تراشہ میں سب کو سُنا دوں پہلے وہ سُن لیں جو اُس طالب علم نے لکھا تھا اور پھر اُس کا جواب بھی ہو جائے گا۔ وہ یہ تھا کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم و مکرم جناب استاد صاحب

السلام علیکم

سلام مسنون کے بعد عرض یہ ہے کہ جنگ اخبار میں ایک کالم نگار نے مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ لگایا ہے۔(۴۶۔۱۹۴۵ء کے انتخابات کے ضمن میں کانگریس کے لیے ووٹ مانگنے کی غرض سے بنگال کا دورہ کر رہے تھے اس انتخابی مہم کے دوران ایک دن انہوں نے نماز فجر کی امامت کے بعد اپنے محدود حلقے میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آج رات مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہو چکا ہے، جب مولانا مدنیؒ یہ کہہ چکے تو ایک مرید اُٹھا اور اس نے کہا کہ حضرت چلیے اور مسلم لیگ کا ساتھ دیجیے اب اس کے بعد کانگریس کے لیے انتخابی مہم چلانے کا کوئی جواز نہیں۔ اس کے جواب میں مولانا مدنیؒ نے کہا کہ دینی معاملات میں حضور ﷺ کی پیروی فرض ہے لیکن تکوینی و سیاسی معاملات میں نہیں)۔

کیا یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں۔ اِس واقعہ کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالیں۔

عین نوازش ہوگی

العارض بندہ

عبدالغفور

کالم نگار کا نام ہے ڈاکٹر صفدر محمود

یہ کالم جنگ اخبار میں لکھا تھا کب لکھا تھا یہ تو اس میں نہیں ہے باقی یہ ہمیں معلوم ہے کہ اس قسم کے کالم آتے رہتے ہیں تو اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ یہ واقعہ ہی بالکل غلط ہے جو صحیح واقعہ ہے بس وہ آپ سُن لیں تو خود بخود جواب مل جائیگا اس کے لیے میں نے یہ کتاب بھی منگالی تھی تا کہ یہ صحیح واقعہ بھی سُنا دیا جائے۔ یہ کتاب ہے ''شیخ الاسلامؒ کے حیرت انگیز واقعات'' جس میں بہت سی اُنکی کرامات اور بہت سی خدمات اور بہت بڑے بڑے لوگوں کی ان کے بارے میں آراء اس میں جمع کی گئی ہیں بہت اچھی کتاب ہے اس میں ''تقسیم ہند کی حتمی پیشن گوئی'' کے تحت لکھتے ہیں اور یہ واقعہ لکھنے والے ہیں مولانا رشید احمد صاحب صدیقی کلکتہ جنہوں نے خود دیکھا اور سُنا ہوگا ان کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ :

اوائل ۱۹۴۶ء میں جنرل الیکشن کی ہنگامہ خیزیوں کا زمانہ تھا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے اُمّید واروں کو کامیاب بنانے کے لیے تمام ہندوستان کا طوفانی دورہ فرمارہے تھے۔ صوبۂ بنگال میں تمام صوبوں کے بعد الیکشن ہوا تھا اس لیے حضرت شیخ الاسلامؒ اواخر فروری میں نواکھالی تشریف لے گئے مختلف مقامات پر حضرت کی تقریروں کا پروگرام بنا۔ آپ کے سفر سے متعلقہ انتظامات راقم الحروف سے متعلق تھے۔ بہر حال ہمارا قافلہ ۳ رمارچ کی شام گوپال پور تھانہ بیگم گنج پہنچا۔ مولانا عبد الحکیم صدیقی، مولانا نافع گل [1] اور دیگر چار پشاوری طالب علم ہمراہ تھے۔ چودھری رزاق الحید رچیئر مین ڈسٹرکٹ بورڈ نواکھالی کے دولت کدہ پر قیام ہوا دوسرے دن ایک عظیم الشان جلسہ میں انتخابی تقریر کرنی تھی نمازِ عشاء کے بعد ۱۱ بجے طعام تناول کیا اور تقریباً ۱۲ بجے سونے کی غرض سے آرام فرمانے لگے۔ راقم الحروف پاؤں دبا تارہا کچھ دیر کے بعد آپ کو نیند آگئی اور ہم لوگ دوسرے کمرے میں بعض ضروری کاموں کی تکمیل میں مصروف ہوگئے۔ تقریباً دو بجے شب کو راقم الحروف اور چودھری محمد مصطفیٰ (ریٹائرڈ) انسپکٹر مدراس کو طلب فرمایا۔ ہم دونوں فوراً حاضرِ خدمت ہوئے۔ ارشاد فرمایا کہ: لو بھئی! اصحابِ باطن [2] نے ہندوستان کی تقسیم کا فیصلہ کردیا اور ہندوستان کی تقسیم کے ساتھ بنگال و پنجاب کو بھی تقسیم کردیا۔ یہ سُن کر راقم الحروف نے عرض کیا کہ اب ہم لوگ جو تقسیم کے مخالف ہیں کیا کریں گے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہم لوگ ظاہر کے پابند ہیں اور جس بات کو حق سمجھتے ہیں اس کی تبلیغ پوری قوت کے ساتھ جاری رکھیں گے۔ دوسرے دن گوپال پور کے عظیم الشان جلسہ میں تقسیم کی مضرتوں پر معرکۃ الآراء اور تاریخی تقریر فرمائی۔ اور ایک سال چار ماہ بعد ۳ رجون ۴۷ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن گورنر جنرل ہند کے غیر متوقع اعلان سے اس پیشین گوئی کی حرف بحرف تصدیق ہوگئی۔ (مولانا رشید احمد صاحب صدیقی۔ کلکتہ)

---

[1] حضرت مولانا سیّد نافع گل صاحب کاکاخیل رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مشہور عالم ہیں دار العلوم دیوبند کے بڑے نامور مدرس ہیں ان کے بڑے بھائی مولانا عُزیر گل صاحب کاکاخیل اسیرِ مالٹا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قید بھی رہے اور تحریک کے بڑے لوگوں میں تھے ان کا مزار سخاکوٹ مردان مالاکنڈ ایجنسی میں ہے، حضرت مولانا عزیر گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا نافع گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں بڑے لوگ ہیں اور وہاں حضرتؒ کے پاس رہتے تھے یہ ان کے بارے میں لکھا ہے۔ [2] کس نے کیا؟ کیا لفظ ہے یہاں "اصحابِ باطن"۔ خواب کا ذکر اس میں کہیں ہے کہ "میں نے خواب دیکھا" یہ جملہ بھی نہیں ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بھی نہیں ہے کہ میں نے ان کو دیکھا۔ بس اصحابِ باطن کا ذکر ہے۔

اس سے پتا چلا آپ کو کہ یہ واقعہ جس نے اخبار میں نقل کیا ہے کہ "حضرت" نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے یہ فرمایا اور اس جواب پر اُن کے مقابلے میں حضرت نے یہ بات فرمائی" یہ بالکل جھوٹا تاثر اور بہتان ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو عاشقِ رسول تھے اور ان کا عاشقِ رسول ہونا اُس وقت کے تمام اولیاء کبار کی نظر میں مسلّم ہے یعنی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو خلافت دے رکھی تھی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انہیں خلافت دے رکھی تھی، حاجی صاحبؒ نے بھی اُن کی خصوصی تربیت فرمائی اور حضرت گنگوہیؒ نے بھی اُن کی خصوصی تربیت فرمائی پھر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مُسلّم اور بلا کسی تردد کے ان کے جانشین ہیں اور اُن کے مشن کے حامل اور محافظ ہیں اور بڑی خدمات ہیں ان کی یہ خدمات نہ ہوتیں اور وہ قربانیاں نہ ہوتیں تو آج ہندوستان پاکستان میں دین نہ رہتا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اتنے بڑے عالم حکیم الامت کہ میں سوچتا تھا کہ میرے بعد یہ سلسلہ کیسے چلے گا تو فرماتے ہیں کہ میں جب آپ سے ملا ہوں تو مجھے اطمینان ہو گیا۔ اتنے بڑے عالم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں، یعنی ہر ایک کا اُن پر اعتماد اور اطمینان اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ تو اُن کا ایسے ادب کرتے تھے جیسے کوئی اپنے پیر کا کرتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت کی مجلس میں ہی حضرت مدنیؒ کو کسی پر غصہ آگیا تو ڈانٹا اس کو، تو ان کے ساتھ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ ایک؟ دفعہ فرمایا یہ واقعہ میرا پڑھا ہوا نہیں ہے صدری واقعہ ہے میں نے سُنا ہے بہت سے لوگوں سے کہ انہوں نے خود حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات سُن رکھی ہے، ہوسکتا ہے لکھا ہوا بھی ہو کہیں لیکن میرے علم میں نہیں ہے فرمایا کہ عبید اللہ یہ میرے داڑھی کا بال لے جاؤ اس سے حسین احمد کا جوتا سی دو۔ حضرت لاہوریؒ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے باطن دیکھنے کا ذوق ہے غالباً حرمین کے بارے میں ہے کہ وہاں اہلِ باطن یا اولیاء کبار جمع تھے جب میں نے سب کے باطن جھانکے تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا کسی کا باطن نہیں تھا۔ تو اتنے بڑے آدمی تھے ان کے بارے میں زبان سے کچھ نکالنا اپنی ہلاکت اور تباہی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے من عادیٰ لی ولیا فقد آذنته بالحرب کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی اللہ کہتا ہے میرا اُس سے اعلانِ جنگ ہے۔ اعلانِ جنگ کا لفظ جو ہے دو چیزوں کے لیے آیا ہے حدیث اور قرآن میں ایک سود خور کے لیے آتا ہے اور دُوسرے جو اللہ والوں سے عداوت رکھے اُن کا بُرا چاہے ان کے خلاف پروپیگنڈہ کرے اُن کے لیے یہ لفظ آتا ہے۔ اس لیے جو ایسی بات کرے اس کا جواب دینا چاہیے اور اُسے ڈرانا چاہیے کہ تم اپنی آخرت خراب کرنے کے درپے ہو اپنی آخرت کو بچاؤ۔ ان کا کچھ نہیں ہوگا تمہارا ستیاناس ہو جائے گا اور اس میں دسیوں واقعات ہیں حضرت کی مخالفت کرنے والوں کا کیا خوفناک انجام ہوا ایک نے مخالفت کی تھی حضرت کو گالی دی تھی وہ تنور میں جل کر مر گیا ایسا جلا کہ اُس کی ہڈیاں بھی جل گئیں۔ کسی اور نے کی تو شاید وہ یا اس کا بیٹا اگلے ہی دن ڈوب گیا اور دسیوں

واقعات ہیں تو اللہ والوں کے ساتھ جو کچھ برائی کرتا ہے تو وہ تو جواب دیتے نہیں نہ زبان سے کہتے ہیں کچھ ان کو، مگر اللہ ان کی طرف سے انتقام لیتا ہے تو اس لیے یہ کچھ لوگ بد بخت ایسے ہیں جن کا مقصد ہی یہ ہے۔ یہ کوئی نیا مضمون نہیں ہے یہ ہم دسیوں دفعہ سُن چکے ہیں اور اخباروں میں حضرت کے خلاف اس قسم کی بکواس بعض لوگ کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے شر اور فتنہ سے محفوظ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نیک بندوں کی صحبت عطا فرمائے اور انہی کے ساتھ ہمارا آخرت میں حشر فرمائے۔

بڑے حضرتؒ کی ہر طالب علم اور مرید کو نصیحت :

ایک ضروری بات رہ گئی جو میں چاہتا تھا بھول گیا کہ بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک نصیحت اپنے ہر شاگرد اور طالب علم اور دوست کو کرتے تھے میں بھی چاہتا ہوں کہ آپ کو وہ بات پہنچادوں وہ یہ فرماتے تھے کہ یہ دور بہت فتنوں کا دور ہے اور یہ دجالی فتنے ہیں اور فتنہ اس کو کہتے ہیں جو حق کی شکل اختیار کر کے آجائے یعنی لگے وہ حق اندر سے وہ بالکل ہو تو ایسے فتنے سے اللہ ہی بچائے تو بچتا ہے ورنہ انسان علم کے باوجود نہیں بچ سکتا گمراہ ہو جاتا ہے اس لیے فرماتے تھے کہ اس سے بچنے کے لیے سب کو چاہیے کہ سورہ کہف جو ہے پندرھویں پارہ میں ہر جمعہ کو پڑھا کریں حدیث میں آتا ہے کہ جو اس کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دجال کے فتنے سے بچائے رکھیں گے۔ کسی نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت دجال کے فتنے سے بچائیں گے اور آج کے جو فتنے ہیں اس کا ذکر حدیث میں تو نہیں آتا تو حضرت نے فرمایا کہ جب اللہ اُس سے بچائیں گے تو چھوٹے موٹے فتنوں سے تو بطریق اُولیٰ بچائیں گے۔ اگر آپ ایک ڈھال بنائیں گے اس لیے کہ اُس پر گولی اثر نہ کرے اور اس ڈھال کو آپ اُٹھائیں گے تو پھر جب گولی اس پر اثر نہیں کرے گی تو کیا روڑے پتھر اس پر اثر کریں گے۔ اس لیے اس کو غیر اہم نہیں سمجھنا چاہیے اور چھوٹے فتنے کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے حدیث میں اس طرح کے مضمون آتے ہیں اس سے ہمیں یہ روشنی مل رہی ہے کہ فتنے کو چھوٹا نہ سمجھو کیونکہ انسان اگر بہک جائے تو وہ فتنہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو وہ تو بہک گیا، اللہ پناہ میں رکھے ہدایت پر رکھے تو اس لیے اس کا معمول ضرور بنائیں اور اگر کوئی ہر جمعہ کو اسے نہیں پڑھ سکتا تو حضرتؒ فرماتے تھے کہ " رشداً " تک اس کی دس آیتیں ہو جاتی اور ان دس آیتوں کو پڑھنے میں ۲۰ سے ۲۵ سیکنڈ لگتے ہیں صرف، دیکھ کر پڑھنے والے بھی پڑھ سکتے ہیں روزانہ، چار پانچ دن میں زبانی یاد ہو جائیں گی تو یہ روز پڑھا کریں اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے اساتذہ ہمارے ساتھی ہمارے گھر والے اہلِ حق سب کی نیت کر لیا کریں کہ ہر چھوٹے بڑے فتنے سے حفاظت فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر ہو اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

☆

وللّٰہ علی النّاس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا

حج

ان الحج یغسل الذنوب کما یغسل الماء الدّنس

﴿محترم نور محمد صاحب غفاری، ایم اے بہاولنگر﴾

مفہوم اور فرضیت :

حج کے لغوی معنی زیارت اور ارادہ کے ہیں۔ مگر اصطلاحِ شریعت میں حج سے مراد مقررہ اوقات میں مقررہ فرائض اور آداب کی رعایت رکھتے ہوئے بہ نیتِ عبادت خانہ کعبہ کی زیارت کرنا۔

حج دین اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ حج ہر اس بالغ مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے جو اپنے گھر سے خانہ کعبہ تک جانے اور واپس آنے کی قدرت از روئے قوت بدن اور فراوانی مال رکھتا ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (آل عمران : ۹۷)

اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ شانہٗ کا یہ حق ہے کہ جو بھی استطاعت رکھتا ہو اس کے گھر کا حج کرے۔

اور جو شخص استطاعت کے باوجود اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے وہ اپنے مسلمان ہونے کے دعوی میں جھوٹا ہے۔ اسی فرضیت والی آیت کریمہ میں ہی فرمایا :

ومن کفر فان اللّٰہ غنیٌّ عن العلمین (آل عمران : ۹۷)

اور جس نے کفر کی روش اختیار کی وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہیں۔

نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :

عن ابی امامة رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من لم یمنعہ من الحج حاجة ظاھرة اوسلطان جا بر اومرض حابسٌ فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یھودیاً وان شاء نصرانیاً۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص کو حج کرنے سے نہ کسی ظاہری حاجت نے روکا ہو نہ ظالم سلطان نے اور نہ کسی بیماری نے اور وہ حج کیے بغیر مرجائے تو چاہے یہودی مرے چاہے نصرانی (اللہ کو اس سے کچھ غرض نہیں)۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث شریف کی تشریح میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگادوں، وہ مسلمان نہیں ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔

۱۔ احرام :

اصطلاح میں ''احرام'' حج کی باضابطہ نیت کرنے کو کہتے ہیں۔ حاجی حدودِ حرم میں داخل ہونے سے پہلے ایک مقررہ مقام پر احرام باندھتا ہے۔ یمن، پاکستان، ہندوستان اور مشرق کے دیگر ممالک سے بحری جہاز کے ذریعے جانے والے حجاج کرام کے لیے مقامِ احرام یا میقات ''یلملم'' ہے۔ مدینہ کی طرف سے آنے والے حجاج کے لیے ''ذوالحلیفہ''، عراق والوں کے لیے ''ذاتِ عرق''، شام اور مصر سے آنے والے ''زائرین جحفہ'' اور نجد کی طرف سے آنے والے عازمین حج کے لیے ''قرن'' مقام میقات ہے۔

احرام میں حاجی اپنا قومی یا روایتی لباس اُتار کر دو (بن سِلی) چادریں پہن لیتا ہے جن میں ایک تہبند اور ایک اوڑھنی ہوتی ہے۔ پھر وہ جب تک مکہ شریف کی حدود میں رہتا ہے اُسے احرام کی حالت میں رہنا پڑتا ہے۔ حالتِ احرام میں حاجی پر چند ایک پابندیاں لگ جاتی ہیں۔

شکار نہ کرسکتا ہے نہ کرا سکتا ہے۔ زیبائش و آرائش ممنوع ہے۔ نہ بال کٹوا سکتا ہے نہ ناخن ترشوا سکتا ہے۔ نہ ٹوپی پہن سکتا ہے۔ نہ عمامہ سے سر چھپا سکتا ہے۔ گویا اپنی فطری حالت میں اپنے آقا کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ آقا نے یہ لازم قرار دیا ہے کہ جب میرے لیے آؤ تو سادگی کا نمونہ بن کر آنا۔ یہاں تو ہر چیز کی قیمت خلوص ہے، بناوٹ نہیں۔

۲۔ تلبیہ :

یہ کلمات ہیں جو عاشق کیف و مستی کے عالم میں بیت اللہ شریف پر نگاہ پڑتے ہی کہنے لگ جاتا ہے :

لبیک اللّٰھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک .

حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ بیشک ہر قسم کی تعریف کا سزاوار تو ہی ہے۔ نعمت تیری ہے بادشاہی تیری ہے کوئی تیرا شریک نہیں۔

یہی پکار اس کا وردِ زبان بن جاتی ہے، پھر اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے یہی کلمات دہراتا رہتا ہے گویا اب یہ سب کچھ بھول کر صرف محبوب کے عشق میں دیوانہ ہو چکا ہے۔

۳۔ طواف :

کسی مقام کے اردگرد گھومنے کو کہتے ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں خانہ کعبہ کے اردگرد حاجی کے بانیتِ عبادت چکر لگانے کو طواف کہا جاتا ہے۔ ایک طواف پورا کرنے کے لیے ہر حاجی کو سات پھیرے لگانے ہوتے ہیں۔

کوئی ایسی طرزِ طواف بھی مجھے اے چراغِ حرم بتا
کہ تیرے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشت سمندری

۴۔ حجرِ اسود کا بوسہ :

حج کے ارکان میں سے ایک حجرِ اسود کو بوسہ دینا بھی ہے۔ ''حجرِ اسود'' ایک کالا پتھر ہے جو خانہ کعبہ کے ایک گوشہ میں نصب ہے۔ ہر حاجی پر لازم ہے کہ ہر طواف کے ختم ہونے پر اِسے بوسہ دے اور سینہ سے لگائے، لیکن اگر ہجوم عاشقاں میں ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم اشارہ یا کسی لکڑی سے چھو کر چومنا ہی کافی ہے۔

بوسۂ حجرِ اسود کا فلسفہ صرف اتباعِ سنت ہی ہے۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اس پتھر کو چوم کر فرمایا :

''اے کالے پتھر! میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ مگر تجھے صرف اس لیے بوسہ دیتا ہوں کہ میں نے پیارے رسول ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا تھا''۔ (مسلم)

اللہ اللہ! یہ تھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتباعِ سنت! **اللّٰھم ارزقنا اتباعھم.**

۵۔ سعی بین الصفّا والمروہ :

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

ان الصفا والمروة من شعائراللّٰہ فمن حج البیت اواعتمرفلاجناح علیہ ان یطوف بھما (البقرہ : ۱۸۵)

بیشک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں، پھر جو کوئی خانہ کعبہ کا حج کرے یا عمرہ اس کے لیے کوئی حرج نہیں اگر وہ ان دونوں کا طواف کرے۔

صفا اور مروہ دو پہاڑیاں تھیں، جن کے اب صرف نشان باقی ہیں۔ ان کے درمیان دوڑنے کی وجہ کے متعلق دو روایات ملتی ہیں۔

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ علیہ السلام کو ان کے ننھے بچے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے

ہمراہ مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں تو ان کا پینے کا پانی ختم ہو جاتا ہے، بچے کو پیاس کی شدت نے بے قرار کر دیا ہے۔اب ہاجرہ پانی کی تلاش میں دیوانہ وار دوڑتی ہوئیں صفا پر چڑھیں پھر نشیب میں واپس آئیں اور پھر مروہ پر چڑھ جاتی ہیں۔یہ اس دوڑ کی یادگار ہے۔

۲۔ دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اس بچے کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کے حکم سے ذبح کرنے کے لیے لے گئے تو اپنے نوکروں کو اُونٹ دے کر صفا کی پہاڑی پر چھوڑا، اور خود اس معصوم لختِ جگر کو لے کر مروہ پر گئے حاجی حضرات ان کے اس مبارک سفر کی یاد تازہ کرنے کے لیے سعی کرتے ہیں۔پہلی روایت زیادہ مقبول اور مشہور ہے۔

۶۔ وقوفِ عرفہ :

یہی حج کا رُکنِ رکین ہے۔عرفہ ایک میدان ہے جو بیت اللہ شریف سے ۹،۱۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔اس میدان میں ۹ رذی الحجہ کو تمام حجاج کو ٹھہرنا پڑتا ہے۔زوال آفتاب سے غروب تک یہاں دُعاء، استغفار اور تسبیحات میں مصروف رہتے ہیں۔اس میدان میں ایک پہاڑی ہے جسے "جبل الرحمت" کہتے ہیں۔یہی وہ مبارک پہاڑی ہے جس کے دامن میں روئے زمین پر سب سے زیادہ لوگ ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں یہاں روتے ہیں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں۔یہ وہ منظر ہے جسے دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کا کیا تعلق ہے؟ یہ ہجوم یاراں اگر ایک طرف شوکت اور عظمت اسلام کا پتہ دیتا ہے تو دوسری طرف روزِ محشر کے اجتماع کی خبر دیتا ہے۔

۷۔ قیامِ مزدلفہ :

زمانہ جاہلیت میں حج کے ایام ایک میلہ کی حیثیت رکھتے تھے۔خوب بھیڑ بھاڑ اور دوڑ دھوپ ہوتی تھی۔عرب مغرب کے بعد عرفات سے روانہ ہوتے اور آرام کی غرض سے وہ منیٰ کی طرف چلے جانے کی بجائے رات مزدلفہ میں قیام کرتے تاکہ سُستائیں اور صبح تازہ دم ہو کر منیٰ میں جائیں اور قربانی کریں۔اسلام نے بھی اس طریقہ کو باقی رکھا۔علاوہ ازیں یہیں "مسجد مشعر الحرام" ہے جو عبادت کا خاص مقام ہے۔لہٰذا حجاج حضرات کے لیے ضروری قرار پایا کہ وہ عرفات سے لوٹ کر نو اور دس ذی الحجہ کی درمیانی رات مزدلفہ قیام کریں اور صبح سورج نکلنے تک عبادت کریں اور پھر منیٰ کی طرف روانہ ہوں۔

۸۔ منیٰ کا قیام اور قربانی :

مزدلفہ سے ۱۰ رذی الحجہ کی صبح کو حاجی منیٰ پہنچ جاتے ہیں۔یہاں ۱۰۔۱۱۔۱۲ ذی الحجہ تک قیام کرتے ہیں۔حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کی یادگار مناتے ہیں۔یہاں حاجی باہم دعوتیں کرتے ہیں، بازار لگتے ہیں، خرید و فروخت

ہوتی ہے اور ایک دوسرے سے تعارف بھی۔

۹۔ حلق رأس :

قربانی کے بعد چونکہ حاجی تمام ارکانِ حج ادا کر چکا ہوتا ہے لہٰذا اب احرام کی پابندیاں اُٹھ جاتی ہیں وہ اپنے بال منڈواتے یا ترشواتے ہیں۔

۱۰۔ رمی جمار :

میدانِ منٰی میں پتھر کے تین ستون کھڑے ہیں۔ حاجی انہیں کنکریاں مارتے ہیں۔ اس کی علماء اُمت نے کئی توجیہات کی ہیں مگر دو اقرب الی الفہم اور قرین قیاس ہیں۔

(۱) دنیا میں غیر پرستی کا سب سے بڑا مظاہرہ پتھر کے بتوں کی صورت میں ہوا ہے تو گویا ان ستونوں کو کنکریاں مار کر حاجی یہ بتاتا ہے کہ میں غیر پرستی کے سب سے بڑے منظر سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ میرا تعلق تو میرے اللہ تعالیٰ جل شانہ، کے ساتھ ہے۔

(۲) روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربانی کے لیے لے چلے تو شیطان نمودار ہوا اور آپ کے پائے ثبات میں لغزش لانے کی کوشش کرنے لگا تو آپ نے اسے رجم کیا اور یہاں ایک پتھر کا ستون بن گیا۔ شیطان نے تین مرتبہ آپ کے عزم بالجزم کو متزلزل کرنے کی کوشش کی اور آپ نے تینوں بار اسے رجم کیا۔ لہٰذا تین پتھر کی نشانیاں بن گئیں۔ حاجی حضرات اس موحدِ اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو تازہ کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔

حج کے مصالح

اللہ تعالیٰ شانہ، نے شریعتِ مطہرہ کے ایک ایک حکم میں ایسی مصلحتیں رکھی ہیں کہ اگر دنیا بھر کے افلاطون جمع ہو کر غور و خوض کریں تو ان کی گردِ راہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ مگر حج ایک ایسا رکن ہے جس کے مصالح اتنے ہی بے شمار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ لوگوں میں حج کی منادی کریں تو ساتھ ہی یہ فرمایا کہ لوگوں کو ترغیب دیں کہ وہ آئیں اور حج کے فوائد ملاحظہ کریں۔ قرآن حکیم میں آتا ہے :

واذّن فی الناس با لحج یا توک رجالاً وعلٰی کل ضامرٍ یأ تین من کل فج عمیق لیشھدوا منافع لھم. (الحج : ۴)

اور لوگوں میں حج کی منادی کردو۔ آویں گے تیرے پاس پیدل چل کر اور ہر دبلے اُونٹ پر سوار

ہو کر تمہارے پاس ہر دور کی مسافت سے آویں گے تا کہ وہ (حج میں پوشیدہ) منافع دیکھ لیں۔

آیئے ذرا ان منافع اور مصالح کا جائزہ لیں۔ ہم انہیں تین حصوں میں تقسیم کریں گے۔(۱) انفرادی (۲) اجتماعی (۳) سیاسی (۴) خالص دینی اور اُخروی

انفرادی مصالح

ا۔ احساسِ عبدیت :

احساسِ عبدیت یعنی بندہ ہونے کا احساس۔ یہ وہ احساس ہے جو ایک تو انسانی زندگی کے مقصد کا تعین کرتا ہے دوسرے انسان کو زندگی اس مقصد کے تحت گزارنے کے لیے تیار کرتا ہے۔ احساسِ عبدیت پیدا کرنے کا بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا ذریعہ اور طریقہ ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنے وطن، گھر، اعزہ و اقارب اور اپنی محبوب اشیاء سبھی کو چھوڑ کر نکل کھڑا ہو اور جہاں اُسے جانے کا حکم دیا گیا ہے وہاں بھی اُسے اپنی مرغوبات کو چھوڑنا ہوگا تعیشات کو خیر باد کہہ کر ہر قسم کی مشکلات کو برداشت کرنا ہوگا، مگر ان سب کے باوجود وہ جس کا اپنے آپ کو بندہ تصور کرتا ہے اس کا حکم ماننے کے لیے یہ سب کچھ کرنے کو تیار ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

۲۔ اظہارِ محبوبیت :

حج اظہارِ محبوبیت کا ذریعہ ہے۔ یہ ایک لطیف نکتہ ہے جو ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ فریضہ حج میں عبدیت سے زیادہ محبوبیت ہے۔ عبدیت سے مجبوری اور بیچارگی ٹپکتی ہے جبکہ محبوبیت سے پیار اور تعلق کا مفہوم مترشح ہوتا ہے۔ جب حاجی گھر سے روانہ ہوتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی پیارے سے ملنے جا رہا ہے۔ جب احرام باندھتا ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کی محبت میں تمام تعیشات کو بھول گیا ہے، جب اس کی نگاہ بیت اللہ شریف پر پڑتی ہے تو مستانہ وار

لبیک اللّٰھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک.

حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔ بیشک ہر قسم کی تعریف کا تو ہی سزاوار ہے۔ نعمت تیری ہے، بادشاہی تیری ہے کوئی تیرا شریک نہیں۔

کا نغمۂ حجازی الاپنے لگ جاتا ہے۔ پھر وہ ہر لحہ اور ہر آن چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے یہ کلمات

وردِ زبان بنائے رکھتا ہے۔ اب اسے بندہ نہیں عاشق کہیے۔ جس سے عشق کرتا ہے اس کا ذکر ہر وقت زبان پر جاری رکھتا ہے۔

وحقکم ما لذنی غیر ذکرکم
وذکرسواکم فی فمی قط لایحلو

ترجمہ: اور تمہارے حق کی قسم! تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ معلوم نہیں ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں مجھے حلاوت معلوم نہیں ہوتی۔

پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے وہ جس اضطراب کا مظاہر کرتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے محبوب کی تلاش میں ہے۔

متٰی یجمع الایام بینی وبینکم
ویفرح المشتاق اذا جمع الشمل

ترجمہ: دیکھیے زمانہ مجھ کو اور تمہیں کب جمع کرے گا اور مشتاق تو تب ہی خوش ہوتا ہے جب وصل نصیب ہوتا ہے۔

اور جب حاجی ارکانِ حج کی ادائیگی کے بعد گھر لوٹنے سے قبل بچشم نم خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہوتا ہے تو اس حقیقت کا مظاہرہ کرتا ہے۔

فمن شهدت عیناه نور جمالکم
یموت اشتیاقاً نحوکم قط لا یسلو

ترجمہ: جس کی آنکھوں نے تمہارے نورِ جمال کا مشاہدہ کر لیا ہے وہ تمہارے اشتیاق میں مر جائے گا وہ کبھی بھی تسلی نہیں پا سکتا۔

الغرض دورانِ حج بندہ اپنے رب کے دربار میں آکر مجسمہ فدویت اور سراپا کیف و مستی بن جاتا ہے۔

۳۔ جہادِ زندگی کی تربیت :

انسانی زندگی ایک آزمائش ہے۔ یہ آزمائش دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے ہے۔ دین کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی گزارنا صبر آزما کام ہے۔ گرمیوں کے روزے اور سردیوں کی نمازیں کیا کم آزمائشیں ہیں؟ دنیا کے اعتبار سے یہاں بھوک، ننگ، بیماری اور متنوع تفکرات میں انسان گھرا رہتا ہے جہاں ہم لوگ خدا کے

احکام بجالانا مشکل سمجھتے ہیں وہاں دنیوی زندگی میں جب کوئی تکلیف آتی ہے تو گھبراہٹ بے چینی اور تھڑدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

اسلام کا تصورِ حیات ان دونوں جہتوں سے خالی ہے۔ اسلام نے درس دیا کہ خوشی اور غمی اور کلفت اور راحت دونوں حالتوں میں خداوندِ قدوس کی طرف رجوع کرنا ہی مسلمانی ہے، جس طرح نماز پنجگانہ روزانہ اور صیام اور رمضان سالانہ تربیت طریق زندگی کا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح عمر میں کم از کم ایک مرتبہ کا حج جہادِ زندگی کے لیے تیار کرتا ہے۔ حاجی کا اپنے گھر بار اور اہل وعیال کو چھوڑنا، سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا، اجنبی دیس میں رہنا، خوراک ولباس کی سادگی، جنسی اختلاط کی پابندیاں اور صفا و مروہ کی دوڑیں اس کو کٹھن زندگی گزارنے کے لیے تیار نہیں کرتا تو اور کیا ہے؟

۴۔ ماضی سے وابستگی :

حج مسلمانوں کے لیے اس کے ماضی سے وابستگی کا بہترین ذریعہ ہے۔ مسلمانوں کے ماضی کا ایک ایک واقعہ اور ایک ایک داستان حرمین شریفین اور سرزمین حجاز سے وابستہ ہے۔

قلبی بوادٍ فی الحجاز معلق
طفل الی الام الرحیمة یعلق

ترجمہ: میرا دل حجاز کی ایک وادی میں اس طرح اٹکا ہوا ہے جس طرح مہربان ماں کے ساتھ اس کا بچہ چمٹ جاتا ہے۔

اصبوا الیه کلّما هبت صبا
وحشای من شوق لهٗ یتحرق

ترجمہ: جب بادِ صبا چلتی ہے تو میں اس وادی کا اشتیاق کرتا ہوں، مگر میرا دل اس کی محبت میں ہر وقت جلتا رہتا ہے۔

جب حاجی اس ارضِ مقدس پر قدم رکھتا ہے تو اس کی کتابِ ماضی کا ایک ایک ورق اُلٹنے لگتا ہے۔ یہیں حضرت آدم علیہ السلام نے سکونت اختیار کی اور خدا کا پہلا گھر بنایا۔ یہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی۔ یہی وہ بے آب وگیا وادی ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر چلے گئے اور یہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربانی کے لیے لٹایا۔ یہیں حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام نے آکر پناہ لی۔ یہیں حضرت نبی اکرم ﷺ نے ولادت باسعادت پائی۔ یہیں مکہ مکرمہ و مدینہ

منورہ، بدر، اُحد، طائف وحنین وغیرہ ہیں۔ یہیں سے اسلام کا آفتاب طلوع ہوا اور اس کی کرنیں مشرق تا مغرب پڑیں۔ اسی سرزمین پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے مقدس خون سے شجر اسلام کو سینچا، پالا، بڑھایا اور تناور بنایا۔

الغرض ان تمام یادوں کو دل میں سمیٹنے اور ان مناظر کو دیکھنے کے بعد حاجی کی قوتِ ایمان ویقین میں کس قدر اضافہ، مضبوطی اور تازگی آتی ہوگی۔ اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کرسکتے ہیں جنہیں اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے۔

۵۔ جذبہ سیاحت کی تسکین :

شوقِ سیاحت انسانی فطرت میں شامل ہے۔ جبلت اور فطرت سے انکار کیا جاسکتا ہے نہ انہیں کچلا جاسکتا ہے۔ اسلام چونکہ مذہب فطرت ہے وہ فطرت کو ختم نہیں کرتا بلکہ اس سے مطابقت کی صورتیں پیدا کرتا ہے یا اُس کا رجحان بدل دیتا ہے۔ مثلاً سریلی آواز کا پسند آنا ایک فطری بات ہے۔ اس کا بے جا استعمال، فحش گانے سننا ہے، مگر اسلام نے اس کی بجائے قرأتِ قرآن کرنا اور سننا، نعت رسول ﷺ اور پاکیزہ اشعار کے سننے اور اُن سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دی۔ جنسی خواہش کا بے جا استعمال زنا کاری تھا۔ اسلام نے تعدد ازواج کی اجازت دی اور اس کا سدِ باب کیا اور اس قسم کی دسیوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔

خالق نے انسان کی فطرت میں سیر وسیاحت کا مادہ رکھ دیا۔ مگر اس کے ساتھ اُسے شتر بے مہار نہیں چھوڑا ہے۔ سیروا فی الارض الخ کا حکم دے کر انسان کو بتایا کہ وہ بیشک سیر وسیاحت کا شوق پورا کرے، مگر عبرت وموعظمت کی آنکھ سے، سفر حج اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ دنیا کے گوشہ سے آنے والے حجاج کرام دوران سفر اقوام رفتہ کی عظمت کے نقوش اور مبغوض اقوام کی تباہی کے مقامات، ان کے مساکن اور کھنڈرات دیکھ کر نصیحت حاصل کرسکتے ہیں۔ چنانچہ سفرِ حج جہاں سببِ عبرت اور عبادت ہے وہاں موجب تسکین جذبہ سیاحت بھی ہے۔

اجتماعی مصالح

۱۔ اخوت کے جذبات کا پیدا ہونا :

زندگی میں انسان کئی اپنے دُشمن پیدا کرلیتا ہے۔ دنیوی معاملات میں بات بات پر جھگڑے اور لڑائی کی نوبت آتی ہے۔ بعض ایسی لڑائیوں کے اثرات دوررس اور دیرپا ہوتے ہیں۔ آدمی کئی مہینے قطع تعلق کرکے گزار لیتا ہے مگر یہ مشاہدہ ہے کہ جب وہ حج کے لیے روانہ ہوتا ہے تو اپنے روٹھے ہوئے مسلمان بھائی سے گلے مل لیتا ہے اور ہر قسم کی رنجش اور بغض وعناد سے سینہ منزہ ومبرہ کرلیتا ہے۔ اس لحاظ سے حج معاشرتی سازگاری اور امن وآشتی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور جب حاجی میدانِ عرفات میں پہنچ کر تمام مسلمانوں کو ایک مقام پر اکٹھا دیکھتا ہے تو عالمگیر برادری کے جذبات پرورش پاتے ہیں۔

۲۔ غیر فطری عدمِ مساوات کا خاتمہ :

دنیا میں معاشرتی بگاڑ کا سب سے بڑا سبب طبقاتی کشمکش اور رنگ و نسل کا امتیاز ہے۔ اسلام ان دونوں لعنتوں سے برأت کا اعلان کرتا ہے۔

انا خلقنکم من ذکر و اُنثٰی وجعلنکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم. (الحجرات ۱۳)

بیشک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں پہچاننے کے لیے ذاتوں اور قبیلوں میں تقسیم کردیا، بیشک تم میں سے اللہ کے ہاں معزز ترین وہی ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔

اس کا سب سے بڑا مظاہرہ حج کے موقع پر ہوتا ہے۔ جب گورے رنگ کا ایرانی اور کالے رنگ کا حبشی، کھجور کھانے والا عربی اور گندم کھانے والا پاکستانی، کشمیر کی جنت نظیر وادی کا رہنے والا کشمیری اور افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں کا باسی افریقی، لانبے قد کا مصری اور ٹھگنے قد کا بونا، غریب اور امیر، بادشاہ اور رعایا سب ایک ہی میدان میں کھڑے رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے ہوتے ہیں تو حاجی کے دل میں خیال آتا ہے کہ یہ رنگ و نسل اور وطن و قوم کی جو دیواریں ہم نے کھڑی کر رکھی ہیں درحقیقت وہ توریت کے گھروندے سے بھی کمزور ہیں اور یہ امارت و غربت کے امتیازات جو ہم نے قائم کر رکھے ہیں وہ تو آفتابِ اقبال کے دائرے ہیں جو سمٹتے اور پھیلتے رہتے ہیں۔ دراصل تو ہم سب برابر ہیں اور یہی وہ مقام ہے جہاں آج سے چودہ سو سال قبل نبی اُمّی (فداہ ابی و اُمّی) ﷺ نے فرمایا تھا :

اے لوگو! سُن لو! تمہارا سب کا رب ایک ہے، تم تمام ایک ہی اصل کی شاخ ہو۔ اس لیے عربی کو عجمی پر، سُرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوٰی کے سبب۔ (مسلم شریف)

سیاسی مصالح

۱۔ احساسِ مرکزیت :

حج کا اجتماع جہاں اسلامی شوکت کا مظہر ہے وہاں مسلمانوں میں احساسِ وحدت مرکز اور وحدتِ اُمّت بھی پیدا کرتا ہے۔ جب مسلمانوں میدانِ عرفات میں جا کر دیکھتا ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان ایک ہی مقام پر اکٹھے ہو گئے ہیں تو اُس کے ذہن میں یہ بات ضرور پیدا ہوتی ہے کہ یہ سب ایک ہی فکر اور ایک ہی مقصد رکھتے ہیں۔ ان کا اللہ بھی ایک ہے اِن کا رسول (ﷺ) بھی اور ایمان بھی ایک ہے۔

مگر ایک ہی خدا کو ماننے والے اور ایک ہی رسول ﷺ کے مبارک طریقہ پر چلنے والے آج ٹکڑوں میں بٹ گئے

قبائل میں تقسیم ہو گئے ۔ان کا شیرازہ بکھر گیا اور نا چاقی کی ہوا انہیں پراگندہ پتوں کی طرح اُڑانے پھرتی ہے۔آج کثرت کے باوجود مغلوب ہیں اور طاقتور ہونے کے باوجود شکست خوردہ۔آئے دن لیڈرانِ اُمّت سے "مسلم بلاک"، "مسلم اتحاد" وغیرہ کی آوازیں سنتے سنتے کان پک گئے ہیں ۔لاکھوں روپے صرف کر کے کانفرنسیں منعقد کرائی جاتی ہیں ۔لیکن یہ تمام کوششیں کوہ کندن وکاہ برآوردن ثابت ہو رہی ہیں ۔اس ناکامی و نامرادی کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں مگر سب سے بڑی وجہ "وحدتِ اُمّت" کے اس درس کا بھول جانا ہے جو پیارے سردار ﷺ نے اپنے آخری خطبۂ حج میں اس میدانِ عرفات میں دیا تھا :

"اے لوگو! یاد رکھو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور اس طرح روئے زمین کے تمام مسلمان رشتۂ اخوت میں منسلک ہیں ۔یاد رکھو تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر قیامت تک اس طرح محترم ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ اور اس شہر (مکہ) میں واجب احترام ہے۔کہیں ایسا نہ ہو میرے بعد راہِ مستقیم سے بھٹک جاؤ کہ خود ہی ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔یاد رکھو! کہ تمہیں اپنے پروردگار کے دربار میں حاضر ہونا ہے جہاں تمہارے اعمال کی باز پرس ہوگی"۔

حج کا رُوح پرور منظر ہر سال اس حقیقت کا اعادہ کرتا ہے کہ تمام مسلمان ایک ہیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

خالص دینی اور اُخروی مصالح

ا۔ یادِ آخرت :

سفرِ حج مسلمانوں کو سفرِ آخرت کی یاد دلاتا ہے اور اس کے لیے تیار رہنے کا درس بھی دیتا ہے۔جب مسلمان حج کے لیے روانہ ہوتا ہے تو اس میں اِس امر کا احساس بھی پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح وہ اپنے مسکن اور لواحقین اور دنیوی سامان کو چھوڑ کر صرف تھوڑا سا زادِ راہ لے کر جا رہا ہے۔اس طرح اُسے ایک دن مر کر اِن تمام اشیاء اور تعلقات کو چھوڑنا ہوگا۔آج اس کا زادِ سفر کچھ نقدی اور کچھ کھانے پینے کا سامان ہے۔مگر مرنے کے بعد کے سفر میں زادِ راہ صرف نیک اعمال ہوں گے۔نتیجۃً وہ نیک اعمال بکثرت کرتا ہے اور برائی سے پرہیز کرتا ہے۔پھر جب وہ میدانِ عرفات میں حجاج کے عظیم اجتماع کو دیکھتا ہے تو اُسے روزِ محشر یاد آتا ہے کہ کیسے تمام لوگ وہاں اکٹھے کیے جائیں گے۔

۲۔ گناہوں کی معافی :

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

من حج البیت فلم یرفث ولم یفسق رجع کما ولدتہ امّہٗ .ان الحج یغسل الذنوب کما یغسل الماء الدّنس.

جس شخص نے اس گھر (خانہ کعبہ) کا حج کیا اور دورانِ حج نہ تو کوئی شہوانی حرکت کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو جب وہ حج کرنے کے بعد لوٹتا ہے تو یوں (پاک صاف) ہوتا ہے گویا آج ہی اُس کی ماں نے اُسے جنا ہے، حج گناہوں کو ایسے صاف کر دیتا ہے جیسے پانی میل کو دھو دیتا ہے۔

۳۔ حج کا بدلہ جنت ہے :

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

الحج المبرور لیس لہٗ جزاءٌ الا الجنة. (مسلم) حج مقبول کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔

۴۔ حج کی جامعیت :

حج کی جامعیت اس کا مستقل دینی فلسفہ ہے۔حج میں تمام دینی ارکان کی رُوح موجود ہے۔

(۱) حج نماز بھی ہے، کیونکہ نماز کا اولین مقصد ذکرالٰہی کی یاددہانی ہے۔حاجی دورانِ حج تلبیہ، ادعیاءِ ارکانِ مختلفہ اور تسبیحات وغیرہ کے ذریعے ہر وقت اللہ کے ذکر میں رطب اللسان رہتا ہے۔

(۲) حج زکوٰۃ بھی ہے کہ زکوٰۃ کی حقیقت یہی ہے کہ انسان کو خدا کی رضا اور بندوں کی حاجات کو پورا کرنے کے لیے تیار کیا جائے۔حاجی اپنی تمام بچی ہوئی پونجی خدا کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے اور حج کا رکن قربانی کر کے جذبہ خیرات کا اظہار کرتا ہے۔

(۳) حج روزہ بھی ہے۔روزہ کی رُوح یہی ہے کہ انسان اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانا سیکھ لے۔ایامِ حج میں بھی اس چیز کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔حاجی جنسی اختلاط سے بچ کر رہتا ہے۔اگرچہ کھانا پینا ممنوع نہیں، مگر زیب و زینت اور آرائش کی دیگر اشیاء ممنوع ہیں۔

(۴) حج جہاد بھی ہے کہ جس طرح مجاہد اپنے گھر سے نکلتا ہے تو تمام گھر والوں کو رب کی رضا کی خاطر چھوڑ جاتا ہے۔میدانِ جہاد میں ایک خاص قسم کا لباس پہنتا ہے۔ہر وقت اُس کے دل میں خدا کی یاد رہتی ہے۔میدانِ کارزار میں دوڑتا ہے۔انہی تمام اُمور کی مانند حاجی کو انجام دینا پڑتے ہیں یعنی گھر کا چھوڑنا، احرام کا باندھنا، تلبیہ اور سعی بین الصفا والمروۃ۔

یہ تھے بندہ کی ناقص فہم کے مطابق حج کے چند حکم و مصالح، خدا تعالیٰ شانہٗ ہمیں حج کی برکات نصیب فرمائے۔(آمین یارب العٰلمین)

☆☆☆

انتقال پر ملال

﴿تحریر : حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب﴾

۲۷؍اکتوبر کو پاکستان آرمی کے سابق میجر جنرل تجمل حسین ملک اچانک عارضہ قلب کی وجہ سے انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم پاکستان کے مشہور جرنیلوں میں سے تھے۔ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں بحیثیت بریگیڈئیر سابق مشرقی پاکستان میں "ہلّی" کے محاذ پر آخر وقت تک دُشمن کا بے جگری سے مقابلہ کرتے رہے ان کے ایک بریگیڈ نے مقابلہ میں انڈیا نے پورا ایک ڈویژن جھونک دیا مگر جنرل صاحب جوانوں کے حوصلے بڑھاتے ہوئے مسلسل سولہ دن جوانمردی سے لڑتے رہے، مشرقی محاذ پر جنرل صاحب واحد کمانڈر تھے جنہوں نے ہتھیار پھینکنے کا حکم نہیں مانا بالآخر لڑتے لڑتے جب بارود ختم ہو گیا تو دُشمن سے ہاتھا پائی کے دوران دونوں بازوؤں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں تب ان کی گرفتاری عمل میں آسکی، ہندوستان کے مشرقی محاذ کے کمانڈر جنرل اروڑا نے اپنی کتاب میں ان کی بے مثال جرأت و بہادری کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے اِن کو دادِ تحسین دی ہے۔ حمود الرحمٰن کمیشن کی رپورٹ میں بھی جنرل صاحب کے کردار کو سراہا گیا ہے۔

حضرت اقدس بانی جامعہ مدنیہ جدید سے ۱۹۷۹ء میں جنرل صاحب کا تعلق ہوا جو وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا جنرل صاحب کی حضرتؒ سے عقیدت اس درجہ بڑھی کہ کہا کرتے تھے کہ "پاکستان" کی سب جماعتوں کے علماء سے ملا ہوں مگر صحیح معنٰی میں اہلِ حق سے ملنا اب نصیب ہوا ہے، تمام اہم معاملات میں حضرتؒ سے ضرور مشاورت کرتے تھے حضرت والد صاحبؒ کے ذریعہ ہی سے حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ سے جنرل صاحب کی ملاقات ہوئی تو ان سے بہت متاثر ہوئے۔ مارچ ۱۹۸۰ء میں جنرل ضیاء الحق کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کے لیے فوجی کارروائی کی قیادت بھی آپ نے ہی کی مگر عین وقت پر یہ منصوبہ افشاء ہو جانے کی وجہ سے ناکام ہو گیا۔ مری کی فوجی عدالت میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا حضرت اقدس والد صاحبؒ اور حضرت اقدس مفتی محمود صاحبؒ کو بطورِ خاص عدالت میں طلب کیا گیا حضرت والد صاحبؒ چونکہ سفر نہیں کرتے تھے اس لیے اپنی بیماری اور عوارض کی بناء پر عدالت سے معذرت کرتے ہوئے درخواست کی کہ عدالت اگر چاہے تو کمیشن مقرر کر دے جو مجھ سے یہیں پر مطلوبہ سوالات کرے البتہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ عدالت میں تشریف لے گئے اور جنرل صاحب کے استفسار پر واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ اقتدار پر غاصبانہ قبضہ کرنے والے کے خلاف کارروائی کرنا بغاوت کے زمرے میں نہیں آتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ "اختیار کے باوجود جو شخص اللہ تعالیٰ کے اُتارے ہوئے قانون کو نافذ نہیں کرتا وہ کافر ہے وہ ظالم ہے وہ فاسق ہے" اس مقدمہ میں جنرل صاحب کو ۱۴ برس کی قید ہو گئی تھی جنرل ضیاء الحق کی وفات کے بعد جنرل اسلم بیگ کے دور میں آپ کے تمام اعزازات بحال کر کے ستمبر ۱۹۸۸ء میں رہا کر دیا گیا۔

مارچ ۱۹۸۸ء میں بڑے حضرتؒ کی وفات کے موقع پر مرحوم جنرل صاحب قید میں تھے اسی دوران اپنے مشن سے متعلق حضرت اقدسؒ کے نام جیل سے بکثرت خطوط تحریر کرتے رہے حضرت اقدسؒ کی وفات کے بعد خطوط کا یہ سلسلہ راقم الحروف کے نام جاری رہا۔ راقم الحروف سے بھی مرحوم خصوصی لگاؤ رکھتے تھے، راقم کو بعض مواقع پر موصوف کے ساتھ سفر کا موقع بھی ملا ملتان میں حضرت مفتی محمود صاحبؒ سے ان کی پہلی ملاقات کے لیے راقم نے لاہور سے ان کے ہمراہ سفر کیا بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خاص تاریخی اہمیت سے متعلق ان کے قابلِ اشاعت خطوط نظر قارئین کردیئے جائیں تاکہ اسلامی نظام کے نفاذ سے متعلق اکابر کی مسلسل جدوجہد کا ایک مخفی گوشہ آنے والی نسلوں کے لیے کسی موقع پر روشنی فراہم کر سکے۔ دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں مرحوم کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

جیل سے حضرت اقدسؒ کے نام ایک خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میجر جنرل ریٹائرڈ تجمل حسین

۸۶۔۲۔۳

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ بہت شکریہ پچھلے ماہ میں نے وزیر اعظم محمد خان جونیجو کو ایک خط لکھا جس کا مختصر خلاصہ حسبِ ذیل ہے :

(۱) مجھے ۵؍مارچ ۸۰ء کو گرفتار کیا گیا۔ مجھ پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا جو کہ ۶؍اگست ۸۰ء کو ختم ہوا اور عدالت نے مجھے ۱۰ سال سزا دی، اس وقت کے وائس چیف آف سٹاف جنرل سوار خان نے عدالت کو نظرِ ثانی کی ہدایت کی اور عدالت کو سزا بڑھانے کے لیے مجبور کیا گیا اس طرح میری سزا ۱۴ سال کردی گئی جو کہ اس سے پیشتر ایسے مقدمہ میں کبھی نہیں ہوا۔

(۲) میں چونکہ ریٹائرڈ فوجی افسر تھا اس لیے مجھ پر فیلڈ جنرل کورٹ مارشل کے ذریعہ مقدمہ چلانا غیر قانونی تھا۔ اگر مجھ پر مقدمہ چلانا ہی مقصود تھا تو مجھ پر سول ٹریبونل میں مقدمہ چلانا چاہیے تھا۔ عدالتی کارروائی شروع ہونے سے پہلے ہی یہ اعتراض اُٹھایا گیا لیکن ایک مارشل لاء حکم کے تحت سپریم کورٹ کو میری اپیل سننے کے اختیار سے محروم کردیا گیا۔

(۳) میں قریباً چھ سال کی قید پوری کر چکا ہوں۔ اور اگر تمام معمول کے مطابق دی گئی تخفیف شامل کی جائے تو میں قریباً دس سال کی قید پوری کر چکا ہوں۔ درحقیقت تمام وہ قیدی جنہیں قتل، ڈاکہ زنی اور دیگر غیر اخلاقی جرائم کی وجہ سے دس سال تک کی سزا دی گئی تھی۔ اور انہیں قریباً اس وقت گرفتار کیا گیا جب مجھے گرفتار کیا گیا تھا۔ مع ان لوگوں کے جنہیں مارشل لا کے تحت سزا دی گئی تھی وہ سب یا تو رہا ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں۔

(۴) اس سے پیشتر ماضی میں بریگیڈیئر ایف۔ بی۔ علی اور اس کے ۲۲ ساتھی جنہیں ۷۳ء میں بھٹو حکومت کے خلاف سازش کیس میں ۱۴ سال تک کی سزا دی گئی تھی ان سب کو قریباً چار یا ساڑھے چار سال قید گزارنے کے بعد رہا کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح خان ولی خان جس کے خلاف ۷۶ء میں سازش کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا تھا اسے بھی قریباً ڈیڑھ سال بعد رہا کر دیا گیا۔ ۵۱ء میں جنرل اکبر اور اس کے ساتھی جن میں فیض احمد فیض اور سابقہ وفاقی وزیر ارباب نیاز محمد شامل تھے۔ اور ان پر سازش کے جرم میں کی سزائیں سنائی گئی تھیں انہیں بھی قریباً چار سال بعد ۵۵ء میں رہا کر دیا گیا تھا۔

(۵) میں اپنی ماضی کی قومی خدمات کا ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن بریگیڈیئر ایف۔ بی۔ علی جنرل اکبر اور بہت سے دیگر سیاسی رہنما جنہوں نے جنرل ضیاء کی حکومت کو ختم کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی اور ان سب کو اب رہا کر دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنے متعلق مختصر طور پر اپنی قومی خدمات کا کچھ ذکر کر دوں تا کہ آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

(الف) ۶۵ء کی ہند و پاک جنگ میں ۶ ستمبر کو میں نے لاہور بچانے میں نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ اس وقت میں لیفٹیننٹ کرنل تھا۔ اور اس روز کی جنگی کارروائی کا مختصر ذکر اس کتبہ پر کندہ ہے جو واہگہ روڈ باٹا پور کے مقام پر بی۔ آر۔ بی ایل نہر کے کنارے پر نصب ہے اگر خدانخواستہ میں اس روز کچھ کمزوری دکھا جاتا یا کوئی فنونِ حرب میں غلطی کر جاتا تو اس روز زیادہ سے زیادہ گیارہ بجے تک لاہور دشمن کے قبضے میں چلا جاتا۔ اور اس کے بعد پوری جنگ کا نقشہ ہی بدل جاتا۔ (یہ تمام تفصیلات آج بھی اس کتبہ سے پڑھی جا سکتی ہیں)۔

(ب) ۷۱ء کی جنگ میں میں بریگیڈیئر کمانڈر تھا۔ اور مشرقی پاکستان میں ہلی بوگرہ سیکٹر میں تعین تھا۔ ہندوستانی فوج اپنی کوشش کے باوجود میرے محاذ کو نہ توڑ سکی اور جنگ ختم ہونے تک میرے محاذ پر دشمن

کا مقابلہ جاری رہا۔ جنگ ختم ہونے پر ہندوستانی فوج کے کمانڈر جنرل اروڑا نے معرکۂ ہلی کو ہندو پاک ۱۹۷۱ء جنگ میں سب سے زیادہ خون ریز اور مشکل ترین معرکہ قرار دیا۔ اسی طرح میرے محاذ کی لڑائی کی تعریف میں ہندوستانی جنگی کتابوں میں کافی تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ اور میرے بریگیڈ کو دُشمن نے بھی خراجِ تحسین ادا کیا۔ ۱۶ر دسمبر کو جب جنرل نیازی نے مشرقی پاکستان میں تمام افواجِ پاکستان کو دُشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کا حکم دیا تو میں نے وہ حکم ماننے سے انکار کر دیا، میں نے لاؤڈ سپیکر پر اپنے بریگیڈ کے جوانوں کو حکم دیا کہ ہم جنگ جاری رکھیں گے۔ مسلمان سپاہی کفار کے سامنے کبھی ہتھیار نہیں ڈالتے۔ چنانچہ میرے محاذ پر جنگ جاری رہی اور ۱۷ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو میں میدانِ جنگ میں سخت زخمی ہو گیا اور مجھے نیم بے ہوشی کی حالت میں میدانِ جنگ سے قیدی بنا لیا گیا۔ یہ بہت لمبی داستان ہے لیکن میں نے مختصراً لکھا ہے۔ مجھے جنگ میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے پر نشانِ حیدر کا تمغہ دینے کے لیے سفارش کی گئی۔ اور یہ سفارش میرے اس وقت کے ڈویژن کمانڈر میجر جنرل نذر حسین شاہ اور مشرقی پاکستان کے کمانڈر جنرل امیر عبداللہ نیازی نے کی تھی۔ پاکستان کی تاریخ میں اس سے پیشتر کی زندہ فوجی کو جنگی خدمات کے عوض ایسا اعزاز نہیں دیا گیا تھا۔ جب میں ہندوستان کی قید سے ۱۹۷۴ء میں واپس پاکستان آیا تو میں نے اپنے ڈویژن کمانڈر اور جنرل نیازی کے چیف آف سٹاف کو کہا کہ میرا نام فوجی اعزاز کے لیے سفارش کیے گئے لوگوں کی فہرست سے کاٹ دیا جائے کیونکہ میں تو اسلام کے لیے لڑا تھا فوجی اعزاز حاصل کرنے کے لیے نہیں۔ (یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ نشانِ حیدر پانے پر اعزاز کے علاوہ تین مربع زمین بھی ملتی ہے)۔ جب ہم سب ہندوستان کی قید سے ۱۹۷۴ء میں پاکستان واپس آئے تو پوری مشرقی پاکستان میں لڑنے والی افواج میں سے صرف مجھے میجر جنرل کے عہدہ پر ترقی دی گئی۔ اس وقت میرے ساتھ قریباً ۳۲ بریگیڈیئر جو مختلف محاذ پر فرائض دیتے رہے تھے اُن میں سے صرف مجھے ترقی دی گئی۔ باقی سب کو یا تو فوج سے ریٹائر کر دیا گیا یا اس عہدہ پر کچھ عرصہ بعد تک اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔

(۶) میں اس موقع پر یہ ذکر بھی کر دینا چاہتا ہوں کہ گو مجھے فیلڈ جنرل کورٹ مارشل کے تحت سزا دی گئی میرے خلاف سازش کا کوئی جرم ثابت نہ ہو سکا۔ مجھے صرف بغاوت پر اُکسانے کے جرم میں سزا دی گئی۔ اسی قسم کا جرم جس کے بارے میں ائیر مارشل اصغر خان کے خلاف فوجی حکومت اسے دھمکیاں دیتی رہی کہ اس نے تحریکِ قومی اتحاد کے دوران فوجی کمانڈروں کو خط لکھ کر انہیں بغاوت پر اُکسانے

کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ میں نے عدالت کے سامنے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ میں آمریت کے خلاف ہمیشہ جدوجہد کرتا رہا ہوں اور کرتا رہوں گا میری تمام تر جدوجہد جمہوریت کی بحالی کے لیے تھی۔ اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے تھی، کیونکہ اسلام میں مارشل کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام تو جمہوریت کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ میرے موقف کی تائید میں مولانا مفتی محمود مرحوم، ایس۔ ایم ظفر سیکرٹری جنرل مسلم لیگ، میاں طفیل محمد امیر جماعت اسلامی، راجہ شیر زمان سیکرٹری جنرل تحریکِ خاکسار اور کئی اور عالم دین بطور صفائی کے گواہ عدالت کے سامنے پیش ہوئے تھے اور میرے موقف کی تائید کی تھی، یہاں تک کہ میں نے ان کو جنرل ضیاء کی فوجی حکومت کے ساتھ تعاون نہ کرنے کے لیے بھی اپنا مشورہ دیا تھا۔ (ان سب میں سے مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم کا بیان تو ایک تاریخی بیان تھا جو انشاء اللہ میں اپنی کتاب میں من وعن شائع کراؤنگا)۔

(۷) مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر اور اب جبکہ مارشل ختم ہو چکا ہے اور جمہوریت بحال ہو چکی ہے۔ اب حکومت کے پاس مجھے جیل میں رکھنے کے لیے کوئی قانونی یا اخلاقی جواز باقی نہیں رہا۔

یہ ہے میرے خط کا مختصر متن جو میں نے وزیر اعظم کو بھیجا ہے۔ اس کی انگریزی کاپی جو کہ اصل کی نقل ہے ارسال کر رہا ہوں۔ اب آپ سے گزارش ہے کہ آپ نوابزادہ نصر اللہ صاحب سے بات کر کے میرے خط کی کاپی پیر پگاڑو تک پہنچا دیں اور اس کا طریق کار یہ ہو کہ کل کے اخبار کے مطابق پیر پگاڑو ۶ رفروری سے ۹ رفروری تک لاہور میں ہی ہوں گے۔ ۸ رفروری کو وزیر اعظم محمد خان جونیجو بھی مسلم لیگ کی تشکیلِ نو کے سلسلہ میں لاہور آرہے ہیں۔ پیر پگاڑو کے اپنے بیان کے مطابق ۹ تاریخ کو وہ نوابزادہ نصر اللہ صاحب کو کھانے پر مدعو کر رہے ہیں۔ اس سے پیشتر نوابزادہ صاحب یکم فروری کو ذاتی تعلقات کی بناء پر پیر صاحب سے ملاقات کر چکے ہیں اس وقت سیاسی طور پر پیر صاحب سب سے زیادہ طاقتور سیاسی رہنما ہیں کیونکہ وزیر اعظم ان کے اپنے آدمی ہیں اور موجودہ حالات میں میرا کام ان ہی کی معرفت آسانی سے سرانجام پا سکتا ہے۔ آپ کے چونکہ نوابزادہ صاحب سے ذاتی تعلقات ہیں۔ اس لیے لازماً آپ کی بات پر ٹال مٹول نہیں کر سکتے ویسے تو سیاسی لیڈر عام طور پر فوراً ہاں کر دیتے ہیں لیکن اس کے بعد اس کام پر خلوصِ دل سے توجہ نہیں دیتے۔ میں اپنے تعلقات کی بنا پر آپ کو مجبور کر سکتا ہوں اور آپ نوابزادہ صاحب کو

مجبور کر سکتے ہیں ۔ میں تو ذاتی طور پر ان سے کبھی ملا ہی نہیں ۔ اور اسی طرح نوابزادہ صاحب ذاتی تعلقات کی بناء پر پیر صاحب کو مجبور کر سکتے ہیں اور اگر پیر صاحب کو پُر زور سفارش کی گئی تو ۸؍ تاریخ کو وزیرِ اعظم سے دستی رہائی کے احکام حاصل کر سکتے ہیں ۔ بس میں تو یہی کچھ کر سکتا ہوں ۔ اب یہ کام اللہ کے سپرد اور آپ کے ذمہ لگاتا ہوں اور یہ دوبارہ عرض کر دوں کہ اگر نوابزادہ صاحب نے خلوص سے کوشش کی تو یہ کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ اس سے پیشتر اس کام کے لیے کافی کوشش کی جا چکی ہے اور وزیر اعظم کا یہ وعدہ تھا کہ مارشل لاء اُٹھنے کے بعد جنرل تجمل کو رہا کر دیا جائے گا آپ کو بھی وقتاً فوقتاً اس بارے میں اطلاع دیتا رہا ہوں ۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے بیٹے وسیم پاشا کو نوابزادہ صاحب کے ہمراہ میرے اس خط کی انگریزی کاپی دے کر پیر صاحب کے پاس بھجوا دیں بلکہ شاید بہتر یہ ہوگا کہ محمود میاں بھی ان کے ہمراہ چلا جائے کیونکہ محمود میاں پر مجھے بہت اعتماد ہے ۔ اور ماشاء اللہ وہ بات بھی نہایت اعتماد سے کر سکتا ہے میری طرف سے محمود میاں اور رشید میاں کو السلام علیکم ۔

فقط والسلام تجمل

☆

۱۹۸۲ء میں ساہیوال جیل میں راقم نے ملاقات کی ۔ اس موقع پر ایک خط

۷۸٦

۸۲-۱۲-۱۲

محترمی و مکرمی جناب شاہ صاحب السلام علیکم

کل محمود میاں سے ملاقات ہوئی ۔ ماشاء اللہ نہایت شکیل اور پُر وقار نظر آ رہا تھا ۔ اتنی چھوٹی عمر ہونے کے باوجود اس کی گفتگو سے تدبر ، ذہانت اور سیاسی بصیرت کی جھلک صاف دکھائی دے رہی تھی ۔ میری یہ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمود میاں کو دین و دنیا کے ہر کام میں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرے ۔ آپ کو بھی اپنی جماعت کا نائب امیر منتخب ہونے پر مبارک ہو ۔ میں جیسے ہمیشہ کہا کرتا رہا ہوں اسلامی نظام صرف وہی لوگ نافذ کر سکیں گے جو خود اسلامی تعلیم سے آشنا ہوں اور باعمل مسلمان ہوں اس کے لیے سینکڑوں بلکہ ہزاروں کارکنان کی ضرورت ہے ۔ ایرانیوں کی کامیابی کا یہی راز ہے

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آپ میرے اور میرے بیٹے کے لیے بھی دُعا کیا کریں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔ آج کل کے دور میں آپ جیسے نیک اور مخلص لوگ کم ہی ملتے ہیں۔ میری طرف سے محمود میاں کو السلام علیکم۔

فقط تجمل

☆

میجر جنرل (ریٹائرڈ) تجمل حسین

۸۰-۱۰-۲۴

محترمی و مکرمی جناب شاہ صاحب

السلام علیکم۔ مولانا مفتی محمود صاحب کی وفات کی خبر سن کر بہت رنج ہوا جب جولائی میں میرے مقدمہ میں شہادت دینے کے لیے یہاں آئے تو اس وقت ان کی صحت ماشاء اللہ بہت اچھی دکھائی دیتی تھی۔ اس وقت کیا خبر کہ وہ اتنے جلدی ہم سے جدا ہو جائیں گے۔ انہوں نے فوجی عدالت کے سامنے جو بیان دیا وہ ہمیشہ کے لیے ایک تاریخی حیثیت رکھے گا وہ صحیح معنوں میں جمہوریت کے بہت بڑے علمبردار اور اسلام کے شیدائی تھے۔ ان کی قیادت ان کے بلند کردار کی آئینہ دار تھی۔ میں چونکہ ان کے بیٹوں کو ذاتی طور پر نہیں جانتا اس لیے میری طرف سے اگر آپ ان کو تعزیت کا پیغام پہنچا سکیں تو میں بہت مشکور ہوں گا۔ ویسے ایک خط ان کے بڑے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو لکھ دیا ہے۔ پورا پتہ تو میرے پاس نہیں تھا البتہ عبدالخیل کے پتہ پر ایک خط بھیج دیا ہے۔

میرے مقدمہ کے فیصلہ پر نظرِ ثانی ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ سب کام ٹھیک ہو جائیں گے۔ دُعاء کرتے رہیں۔ آپ کا ارسال کردہ وظیفہ باقاعدگی سے پڑھ رہا ہوں میری طرف سے محمود میاں کو السلام علیکم۔

فقط والسلام تجمل

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میجر جنرل ریٹائرڈ تجمل حسین

۸۸-۱۰-۱۱

عزیزم محمود میاں السلام علیکم

مجھے آپ کا پیغام ملا۔ اور آج اخبار میں بھی دیکھا آپ بے شک مجھے اپنی پارٹی کا حصہ سمجھیں۔ اور جیسے پہلے لکھ چکا ہوں۔ میرا ووٹ اپنا ووٹ سمجھیں لیکن موجودہ حالات میں جبکہ میں ابھی خود قید میں ہوں۔ آزاد اُمیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہونا ضروری ہے۔ میں اپنا موقف آزاد امیدوار کی حیثیت سے بہتر طور پر پیش کر سکتا ہوں۔ میرا حلقہ فوجی علاقہ ہے وہاں سابقہ فوجیوں کی تعداد ہزاروں میں ہے وہ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ میرا موقف قومی سطح پر ایک ہمہ گیر اسلامی انقلاب ہے۔

(۲) انشاء اللہ رہائی کے بعد مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے اور پوری شوریٰ کے سامنے اپنے موقف پیش کروں گا۔ مولانا حامد میاں مرحوم اور مولانا مفتی محمود مرحوم تو میرے موقف سے اچھی طرح سے آگاہ تھے۔ اور انہوں نے ہر طرح کی حمایت کی یقین دہانی کرائی تھی۔ اور نئے لوگوں کو مجھے اپنا موقف ذاتی طور پر بتانے کی ضرورت ہوگی۔ مجھے یقین ہے پوری شوریٰ میرے موقف سے اتفاق کرے گی۔ آپ مجھ پر اعتماد کریں، میری طرف سے مولانا فضل الرحمٰن صاحب، رشید میاں اور سب اہلِ خانہ کو السلام علیکم۔

والسلام تجمل

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میجر جنرل ریٹائرڈ تجمل حسین

۸۸-۱۰-۱۱

عزیزم محمود میاں السلام علیکم

میں نے آج کے اخبار میں آپ کا پریس ریلیز دیکھا ہے جس میں آپ نے مجھے آپ کی پارٹی کا چکوال کی قومی اسمبلی کی نشست این۔اے۔۴۱ کا اُمید وار دکھایا اس کا نمبر اب تازہ نوٹیفکیشن کے

مطابق این۔اے۔۴۳ چکوال ہوگیا ہے۔ میں اس بارے میں پہلے کافی تفصیل سے لکھ چکا ہوں، بہرحال مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر آپ مجھے اپنی پارٹی کا امّید وار ظاہر کریں کیونکہ اگر میں نے کسی پارٹی کے ساتھ رہ کر کام کرنا ہے تو میرے لیے آپ کی پارٹی سے بہتر کوئی پارٹی نہیں کیونکہ یہ علمائے حق کی پارٹی ہے۔اور آپ نے قریباً دس سال تک آمریت کے خلاف جدوجہد کی لیکن فی الحال میں اتنی بات پر آزاد امّید وار کی حیثیت سے حصہ لے رہا ہوں۔ جیسے پہلے لکھا ہے انشاء اللہ رہائی کے بعد آپ سب سے تفصیل سے بات کروں گا۔ میں آپ سے مل کر تحریکِ اسلامی انقلاب منظم کرنا چاہتا ہوں جو ایک ہمہ گیر قومی سطح پر ایک تحریک کی شکل میں کامیاب ہوسکتی ہے۔ مولانا حامد میاں مرحوم اور مولانا مفتی محمود مرحوم سے تو میں نے اس بارے میں تفصیل سے بات کی ہوئی تھی لیکن آپ سب کو اپنا پورا پروگرام بتانے کا موقع نہ مل سکا۔ بہرحال اگر میں خدا کے فضل سے انتخابات میں کامیاب ہوگیا اور انشاء اللہ بھاری اکثریت سے جیتوں گا۔ آپ یہ دُعا کرتے رہیں۔ تو میرا ووٹ آپ اپنی پارٹی کا ووٹ سمجھیں۔ میرا خیال ہے اتنی یقین دہانی کافی ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو بتا دیجیے گا۔ رشید میاں اور سب اہلِ خانہ کو السلام علیکم۔

والسلام تجمل

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

jmj786_56@hotmail.com

☆☆☆

بقلم محمد مرسلین مظفر گڑھی
متعلم جامعہ مدنیہ جدید

سیّد العلماء والطلباء

باسمہٖ الکریم

الحمد لولیہٖ والصلٰوۃ علٰی نبیہٖ وعلٰی آلہٖ واصحابہ المتادبین باداہٖ. امابعد !

ویسے تو بہت سی نامور شخصیات سے ملاقاتیں کی ہیں لیکن ۱۰/اکتوبر ۲۰۰۳ء بمطابق ۱۳/شعبان ۱۴۲۴ھ بروز جمعہ بعد نماز مغرب حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہ (مہتمم جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور) سے جو ملاقات کی ہے وہ بھلانے سے بھی نہیں بھولتی کیونکہ بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کان سنتے ہیں اور ذہن ان کو محفوظ کرتا ہے بعدہٗ ان پر اپنی رائے کا اظہار کیا جاتا ہے اور بعض ایسے مشاہدات ہوتے ہیں جو وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ترقی کرتے رہتے ہیں جب مولانا موصوف سے ملاقات کی اور اس دوران جو گفتگو ہوئی وہ جامعہ مدنیہ جدید کی بنیاد اور تعمیر و ترقی اور تعلیم کے شعبہ جات پر ہوئی اب مولانا موصوف کا اخلاص اور ہمدردی دیکھ کر محفوظ کردہ باتوں پر قلم آشکارا کرتا ہوں یعنی اپنی رائے کا اظہار کرتا ہوں چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ کے ساتھ اور اُمّید ہے یہ میرے لیے نجات کا ذریعہ بنیں گے۔

جامعہ مدنیہ جدید کے بانی حضرت اقدس الشیخ مولانا سیّد حامد میاں صاحب نوراللہ مرقدہ تھے ان کے تعارف کے لیے اتنی بات کہہ دینا ہی کافی ہے کہ ۲۳ سال کی عمر میں شیخ العرب والعجم سیّد حسین احمد مدنی صاحبؒ نے خلافت عطا فرمائی تھی اور حضرت لاہوریؒ حضرت حامد میاں صاحبؒ کے اکرام کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے (یہ ان کے کامل بزرگ ہونے کی دلیل ہے) اور دین کے اتنے بڑے داعی تھے کہ فرماتے تھے اتنا بڑا مدرسہ بناؤں گا کہ کم از کم ہر سال ایک ہزار طلباء فارغ ہوں تو پچاس سال میں کتنے طلباء فارغ ہوں گے حضرتؒ کی نظر مستقبل پر ہوتی تھی۔ ان کی اس خواہش کو مکمل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک راستے میں حضرت اقدس مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہٗ کو قبول فرمایا اب وہ دن رات حضرتؒ کی خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے سرگرم ہیں۔ یہ محض اللہ کا احسان ہے کہ اُس نے اِس پُرفتن دور میں جبکہ مادی ترقی کے میدان میں ایک دوڑ سی لگی ہوئی ہے حضرت محمود میاں صاحب کو دین کی خدمت کے لیے قبول فرمایا۔ مولانا موصوف کے قلب و دماغ پر ایک ایسی فکر مسلط ہوئی کہ اس کے مقابلہ میں دیگر تمام ذاتی مصروفیات ہیچ ہوکر رہ گئیں، واقعی مولانا موصوف الولد سرّ لابیہ کے مصداق ہیں کیونکہ جامعہ مدنیہ جدید کی تعمیر و ترقی کے لیے آپ نے دن دیکھا نہ رات دیکھی نہ سردی گرمی کی پروا کی نہ مادی رکاوٹوں کی وجہ سے دل شکستہ ہوئے اور آپ کی کوشش ہے کہ بہت جلد

لہلہاتے سبزہ زار ہوں صاف ستھری درسگاہیں ہوں اور سلیقہ سے بنا ہوا دارالاقامہ ہو اور اساتذہ کے مکانات و آراستہ دفاتر ہوں اور پھر طلبا کی فوج ظفر موج ہو اور ہر وقت ہر گھڑی جامعہ مدنیہ جدید میں قال اللّٰہ وقال رسول کی صدا گونج رہی ہو انشاء اللہ بہت جلد آپ کی یہ خواہش پوری ہوگی۔ لیکن جب یہ سب کچھ مکمل ہو جائے گا تو دیکھنے والوں کے سامنے صرف حال ہوگا ماضی نہیں ہوگا وہ یہ جاننے سے قاصر ہوں گے کہ آج جہاں آبادی ہے کل ویرانہ تھا جہاں شہرِ علم آباد ہے وہاں وحشت افزا جنگل تھا ان کو یہ معلوم نہیں کہ جامعہ کا شباب دیکھنے کے لیے مہتمم صاحب کو اپنا شباب قربان کرنا پڑا، اِدھر جوانی آتی گئی اُدھر بڑھاپا سر اُٹھاتا گیا۔ کیونکہ مولانا موصوف کے سامنے یہ تھا کہ کوئی مکتب درخت کے سائے میں شروع ہوا (دارالعلوم دیوبند) اور کوئی ایسے جھونپڑے میں جہاں سانپوں اور بچھوؤں کا بسیرا تھا کہیں سامانِ خورد و نوش کمیاب تھا اور کہیں وضو کے لیے بھی پانی میسّر نہیں تھا اور کسی مہتمم کو طلبہ کا راشن مہیا کرنے کے لیے مقروض ہونا پڑا۔ اس جدید جامعہ جیسے دوسرے سینکڑوں مدارس اور ان کے بانیوں کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو انسان کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ انہیں کیسے کیسے ہمت شکن اور صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا۔

اگر اللہ کی رضا اور خدمتِ دین جیسا عظیم مقصد سامنے نہ ہوتا تو مولانا موصوف ابتدا ہی سے ہمت ہار بیٹھتے مگر چونکہ اللہ نے تا قیامت علومِ دینیہ کی بقاء کا فیصلہ کر رکھا ہے اس لیے آپ کو ہمت عطا فرمائی کہ جامعہ کی تعمیر و ترقی اور طلبہ کی فلاح و بہبود، بہتر سے بہتر تعلیم و تربیت کی ایسی فکر اور درد پیدا کیا کہ وہ ہر وقت مہمانانِ رسول ﷺ کی جسمانی و رُوحانی تربیت کے لیے سرگرم رہتے ہیں۔ کیونکہ بڑے حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ نے مدرسہ کی بنیاد ایمان اور رُوحانیت پر رکھی تھی۔ اور اس لیے حضرت مہتمم صاحب مدظلہٗ بھی اپنے شیخ و مرشد کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔ میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کے علم و عمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے محنت کو قبول فرمائے (آمین ثم آمین)۔ میری مخیّر حضرات سے التماس ہے کہ جامعہ مدنیہ جدید، مسجد حامد اور خانقاہ حامدیہ میں اپنا مال خرچ کر کے اپنے لیے اور اپنے والدین کے لیے صدقہ جاریہ جاری و ساری کریں۔ کیونکہ یہ دین کا کام ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی نصرت تو فرمانی ہی ہے اور اگر آپ حصہ ملا دیں گے تو آپ کے لیے یہ سعادت ہوگی۔

نوٹ! جامعہ مدنیہ جدید میں امسال دورہ حلِ عبارت ہوا ہے تو راقم بھی اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے حاضر ہوا تو پھر جامعہ کے حالات کا جائزہ لیا تو حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مدظلہٗ کے اخلاص کو دیکھ کر دل نے مجبور کیا کہ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھ کر جامعہ اور جملہ معاونین اور خصوصاً بڑے حضرتؒ اور مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہٗ اور استاذیم مولانا محمد حسن صاحب مدظلہٗ سے اپنی محبت کا اظہار کرے، اللہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین ثم آمین) راقم جملہ طلباء اور خصوصاً محمد خبیب نذیر، محمد شریف، محمد توقیر کا شکر گزار ہے جن کی دُعاؤں کی بدولت یہ الفاظ لکھنے کی توفیق ملی ہے۔ ☆☆☆

جامعہ مدنیہ جدید کی زیرِ تعمیر عمارت کا نقشہ جس کا سنگِ بنیاد اکتوبر میں رکھا گیا تھا

حضرت محمد ﷺ یا اپنے والدین، عزیز و اقارب اور بزرگانِ دین

کی روح کو ایصالِ ثواب کے لیے کم از کم ایک کمرہ تعمیر کرائیں۔

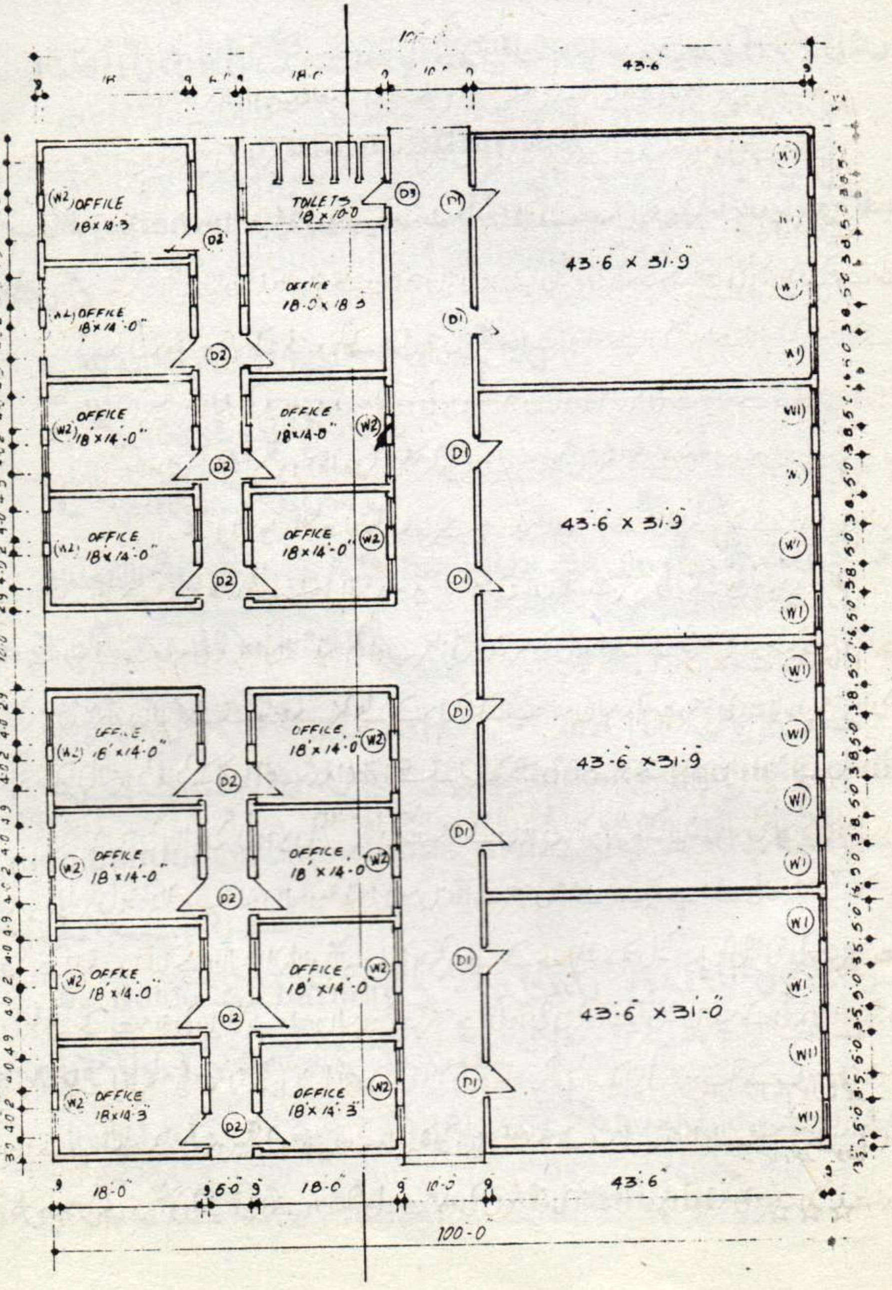

اہم اعلان

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور جامعہ مدنیہ قدیم و جامعہ مدنیہ جدید کی سرپرستی میں

fahmedeen.com

کے نام سے انٹرنیٹ (Internet) پر ایک ویب سائٹ جاری کی گئی ہے۔ اس ویب سائٹ پر آپ کو مختلف پروگرام ملیں گے :

۱۔ عقائد، اصول اور مسائل کے اہم موضوعات پر تفصیل

۲۔ تفسیر اور حدیث کے اہم اقتباسات

۳۔ موجودہ وقت کے ضروری مسائل

مندرجہ بالا تینوں پروگرام کے کچھ حصے Upload ہو چکے ہیں اور باقی پر کام جاری ہے۔ جتنا کام ہو چکا ہے لوگ اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

۴۔ آپ کا سوال ہمارا جواب

اس کے لیے ہمارا نیا ای میل ایڈریس یہ ہے fatwa@fahmedeen.com

جبکہ fatwa_abdulwahid1@hotmail.com پر آپ کے سوالات کا جواب دینے کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔

۵۔ ہمارا ارادہ ہے کہ Internet پر "فہمِ دین کورس" باقاعدہ کرایا بھی جائے اس کے لیے ضروری کام کیا جا رہا ہے انشاء اللہ جلد شروع کریں گے۔

یاد رکھیے! جامعہ مدنیہ (قدیم و جدید) علمی اعتبار سے ایک مستند اور معیاری ادارہ ہے اور انٹرنیٹ یا ای میل پر اس کی کسی بھی پیشکش کو آپ انشاء اللہ معیار اور استناد میں مضبوط ہی پائیں گے۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کیجیے

۱۔ مولانا سید محمود میاں صاحب ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

فون : +92-333-4249301 , +92-42-7726702

jmj786_56@hotmail.com

۲۔ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ''جامعہ مدنیہ'' کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون : +92-300-4113082 , +92-42-7461854

fatwa_abdulwahid1@hotmail.Com

عُمدہ اور فینسی جلد سازی کا عظیم مرکز

نفیس بک بائنڈرز

ہمارے یہاں ''ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد'' بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی ''بکس والی جلد'' بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں روٹا مشین پر ''کلر پرنٹنگ'' (ٹائٹل وغیرہ کی چھپائی) کا کام بھی دیدہ زیب اور بازار سے رعایتی نرخ پر کیا جاتا ہے۔

مناسب نرخ پر معیاری جلد سازی اور طباعت کے لیے رجوع فرمائیں

16/6 ٹیپ روڈ نزد مین گیٹ گھوڑا ہسپتال لاہور

فون نمبر: 042-7322408 موبائل نمبر: 0300-9464017 0300-4293479

ولادتِ مسیح علیہ السلام اور ۲۵ ردسمبر

تحقیقی جائزہ

﴿ جناب پروفیسر میاں محمد افضل صاحب ﴾

پچھلے دنوں کراچی سے ایک صاحب کا خط موصول ہوا جس میں اُنہوں نے برادرِ مکرم جناب مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مرحوم کے خطوط کے بارہ میں استفسار کیا تھا کہ آیا آپ کے پاس اُن کے کچھ خطوط محفوظ ہیں۔ اس سلسلہ میں بندہ نے گھر کے کونوں کھدروں کا جائزہ لیا تو بھائی صاحب مرحوم کے صرف دو خطوط دستیاب ہوئے جن میں سے ایک خط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مروجہ یومِ پیدائش کے بارہ میں تھا۔ اُس خط کو سامنے رکھ کر بندہ یہ مضمون تحریر کررہا ہے تاکہ عام مسلمانوں اور انصاف پسند عیسائیوں کو معلوم ہوجائے کہ ولادتِ مسیح علیہ السلام کا دن ۲۵ ردسمبر نہیں ہے جیسا کہ عام مشہور ہوچکا ہے اور اس دن کو کرسمس ماننے اور منانے سے باز آجائیں۔

برادرِ مرحوم کے اس خط کا پس منظر یہ ہے کہ بندہ اُن دنوں (۱۹۷۷ء میں) گورنمنٹ کالج بورے والا میں بطور لیکچرار اپنے فرائض سر انجام دے رہا تھا۔ گورنمنٹ کالج وہاڑی کے پرنسپل جناب انصاری صاحب متدین آدمی تھے۔ اُنہوں نے اپنے کالج میں سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر ایک تقریب منعقد کرنے کا پروگرام بنایا اور مجھے اُس میں بطور مہمانِ خصوصی شمولیت کی دعوت دی۔ میں نے اپنے خطاب کے دوران سیرۃ النبی ﷺ کے مختلف گوشے سامعین کے سامنے رکھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ دنیائے عیسائیت کو آج اپنے علمی مقام پر ناز ہے لیکن صد افسوس کہ اپنے نبی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی سیرت کے متعلق اُس کی معلومات صفر کے برابر ہیں۔

اگر اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ضروری حالات وواقعات کا تذکرہ نہ کرتا تو دنیا اُن کے حالات سے بالکل ناواقف ہوتی۔ اُن کے جو تھوڑے بہت حالات آج دنیا کو معلوم ہیں وہ صرف اور صرف اسلام کا صدقہ ہے۔ جبکہ ہمارے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے حالاتِ زندگی اور سیرۃ کا ہر ہر پہلو تا حال محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یومِ پیدائش جسے آج دنیائے عیسائیت کے ساتھ ساتھ نام نہاد مسلمان بھی بڑے شدومد سے مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام ۲۵ ردسمبر کو پیدا ہوئے تھے۔ اس دعوے پر اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ انجیل سے اس دعوے کے برعکس ثبوت ملتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے اُس وقت تک نہ تو انجیل کا مطالعہ کیا تھا اور نہ ہی اس بات کا حوالہ میرے ذہن میں تھا۔ بات سے بات نکلی اور میں نے مجمعِ عام میں اس کا اظہار کردیا

اس پر تمام سامعین حیرت زدہ رہ گئے ۔تقریب کے اختتام پر چائے کا بندوبست تھا۔اس دوران ایک عیسائی نوجوان کچھ پروفیسر حضرات کے ساتھ میرے پاس آیا اور کرسمس کے سلسلہ میں میری بیان کردہ بات کا ذکر چھیڑ دیا اور انجیل کا حوالہ طلب کیا۔ میں نے اُسے کہا کہ آپ صبر کریں اس وقت حوالہ میرے ذہن میں نہیں ہے ایک ہفتہ تک بذریعہ خط پرنسپل صاحب کے نام انجیل کا حوالہ ارسال کردوں گا۔آپ مطمئن رہیں چنانچہ اس طرح وہ صاحب چلے گئے۔

بورے والا واپس آکر میں نے برادرِ مکرم کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ میں نے فلاں جگہ یہ بات کہہ دی ہے۔اب آپ میری عزت کا خیال رکھتے ہوئے اس سلسلہ میں فوری جواب ارسال کریں۔چند دن بعد برادرِ مکرم جناب مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی مرحوم کا مفصل گرامی نامہ موصول ہوا جسے پڑھ کر تسلی ہوئی اور بھائی صاحب کا مرسلہ حوالہ انجیل پرنسپل انصاری صاحب کی خدمت میں بذریعہ ڈاک ارسال کردیا جس سے اُن پروفیسروں کو معلوم ہوگیا کہ کرسمس ڈے ۲۵ر دسمبر نہیں ہے بلکہ ۲۵ر دسمبر کو یومِ ولادت مسیح کہنا انتہائی کم علمی اور انجیل سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

الغرض ''رسیدہ بود بلائے ولے بہ خیر گزشت'' کے مصداق بندہ اس آفتِ ناگہانی سے بھائی صاحب کے مذکورہ خط کی وجہ سے سرخرو نکلا فللّٰہ الحمد۔

قارئینِ گرامی کے استفسار کے لیے بھائی صاحب کا وہ مفصل خط تحریر کر رہا ہوں تاکہ سب مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ دنیائے عیسائیت اپنے نبی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے حالات سے کس قدر بے بہرہ ہے اور نادان مسلمان بھی ۲۵ر دسمبر کو یومِ ولادتِ مسیح ماننا اور منانا ترک کرکے جادۂ مستقیم پر گامزن ہوجائیں۔

از اوکاڑہ

محمد امین صفدر

۷۷۔۸۔۲

برادرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔احوال آنکہ مرسلہ مکتوب ملا کاشفِ احوال ہوا۔

عزیز من: صیہونیت اور عیسائیت اب مردہ مذاہب ہیں ان کی مذہبی کتب مقدسہ عبرانی، سریانی میں نازل ہوئی تھیں ۔یہ زبانیں ہی سرے سے اپنی زندگی کھو بیٹھی ہیں آپ ماشاء اللہ اہلِ علم ہیں ذرا نظر دوڑائیں کہ دنیا میں کسی جگہ بھی یہ زبانیں قومی یا ملکی حیثیت سے رائج ہیں؟ وہ کونسا ملک ہے جہاں دفتری کارروائی عبرانی یا سریانی میں ہورہی ہے ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا وھو حسیر الآیۃ. عزیزم ! جب وہ زبانیں ہی مردہ ہوچکیں نہ اُن کا روزمرہ باقی رہا نہ محاورہ تو اب تراجم کی تصدیق کون کرے۔کیا آپ کے پاس اگر کسی ایسی سند کی

نقل رکھی جائے جس کی اصل سند دنیا بھر میں مفقود ہو تو اس محض نقل کو آپ Attest (تصدیق) کردیں گے اور کوئی عدالت اُسے منظور کرلے گی۔ اگر جواب نفی میں ہے تو الہامی کتابوں کی تصدیق کے لیے ایسا معیار کہ اصل معدوم ہے صرف تراجم ہیں اور مترجمین کے نام اُن کے مذاہب اور ترجمہ کے مقاصد تک معلوم نہیں کیسے معقول ہوسکتا ہے۔ موجودہ تورات، زبور، انجیل اصلی نہیں بلکہ اصل کے کھنڈرات ہیں۔ عزیزم! جن کو خدا نے مار ڈالا اُن پر ماتم کریں سوگ منائیں تو بجا مگر اُن مردوں سے روحانی زندگی کی طلب بالکل **ضعف الطالب والمطلوب** کا مظاہرہ ہے۔

عزیزمن ! اگر قرآن پاک حضرت عیسیٰ؈ کی سیرت و تعلیم پر روشنی نہ ڈالتا تو عیسیٰ؈ کی شخصیت کو موہوم اور آپ کی سیرت کو فرضی کہانی سے زیادہ نہ سمجھا جاتا۔ آج آنحضرت ﷺ کی مبارک سیرت ہمارے سامنے اُسی طرح جلوہ گر ہے جس طرح روزِ اول میں تھی۔ آج جو مسلمان بھی سیرتِ مقدسہ سے واقف ہے وہ آپ کی عبادات، عادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات، سیاسیات سے لے کر آپ کے بیٹھنے کا طریقہ، سونے کا انداز، رفتار کا نمونہ، سرمہ کیسے ڈالا حتی کہ یہ بھی بتا سکتا ہے کہ آپ استنجا کیسے فرماتے تھے۔ آپ کی سیرت کا مینار روشن ہے اور دیکھنے والی آنکھ اس کی رہنمائی میں اپنی گمشدہ روحانیت کو تلاش کرتی ہے مگر ایک عیسائی کے سامنے دھوئیں کے پرفریب بادل کے سوا کیا ہے۔ وہ نہیں بتا سکتا کہ عیسیٰ؈ خدا کی عبادت کیسے کرتے تھے، اس کی انجیل سیاسی شعور کے منہ پر طمانچے رسید کرتی ہے۔ ایک متاہل عیسائی بیوی بچوں کے حقوق کو عیسیٰ؈ کی سیرت میں کہاں تلاش کرے گا جبکہ عیسیٰ؈ نے مجردانہ زندگی گزاری۔ ایک بادشاہ ایک جرنیل ایک مقنن ایک سیاستدان بلکہ ایک سپاہی اور تاجر بے تاب ہے کہ میں دیکھوں کہ جنابِ مسیح؈ نے دنیا کے ان طبقات کے لیے کیا نمونہ چھوڑا۔ وہ انجیل پر ٹکریں مار مار کر سر تو پھوڑ سکتا ہے لیکن اس دُکھ کی دوا وہاں نہیں ہے۔

الغرض اِن مسکینوں (عیسائیوں) کو ملا ہی کیا تھا جس کی حفاظت کرتے۔ لیکن ماتم تو اس بات کا ہے کہ جب مذہب رخصت ہوتا ہے تو اُس کی جگہ کچھ رسوم آجاتی ہیں۔ اب عیسائیت دو رسموں کا نام ہے کرسمس، ایسٹر لیکن یہ بھی غلط تاریخوں پر ادا ہوتی ہیں جن کم نصیبوں نے اپنے خدائے مجسم (نعوذ باللہ) کے آمد و رفت کے موسم کے ناموں کو یاد نہ رکھا وہ اس کے کاموں کو کیسے یاد رکھتے۔ افسوس کہ جس قوم کو آج اپنے علمی پندار پر ناز ہے اور وہ مغرور ہو رہی ہے وہ اپنے مذہبی مسلح کے متعلق جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں غرق ہے۔ آپ کا خط بھی کرسمس کے متعلق ہے۔

یہ لوگ ۲۵ر دسمبر کو مسیح کا یومِ پیدائش مناتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مسیح کا جشن نہیں اپنی عقل کا ماتم ہے۔ پہلے آپ ان کی الہامی کتاب انجیل لوقا کے دوسرے باب کے ابتدائی آٹھ فقرات پڑھ لیں۔ ''اُن دنوں ایسا ہوا کہ قیصر اوگستس کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں۔ یہ پہلی اسم نویسی سوریہ کے حاکم کورینس کے عہد میں ہوئی اور سب لوگ نام لکھوانے کے لیے اپنے اپنے شہر کو گئے پس یوسف بھی ''گلیلی کے شہر ناصرۃ'' سے داؤد کے شہر بیتِ لحم کو گیا جو یہودیہ میں ہے اس لیے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا تاکہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے جب وہ وہاں تھے تو ایسا ہوا کہ اُس کے وضع حمل کا وقت آ گیا اور اُس کا پہلوٹا بیٹا پیدا ہوا۔ اور اس نے اس کو کپڑے میں لپیٹ کر جرنی میں رکھا کیونکہ اُن کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی اُس علاقے میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے'' (انجیل لوقا باب دوم ۱۔۸)۔ یہ عبارت بلا تاویل و تحریف ببانگِ دُہل اعلان کر رہی ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام کی ولادت اُس موسم میں ہوئی جب چرواہے رات میدان میں رہتے تھے یہودیہ (اسرائیل) پہاڑی علاقہ ہے جہاں دسمبر کے مہینے میں شدید برف باری ہوتی ہے جو لوگ بھی یہودیہ کے جغرافیائی حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہاں چرواہے صرف جون اور جولائی کے مہینے میں باہر میدانوں میں رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انجیل لوقا کے عیسائی مفسر پرنسپل اے۔ جے۔ گریوایم۔ اے۔ ڈی نے اس مقام پر صاف طور پر اقرار کیا ہے کہ یہ موسم دسمبر کا نہیں ہو سکتا (تفسیر لوقا باب دوم)۔ اور بشپ جارنس اپنی کتاب ''رائز آف کرسچینز'' کے صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں ''کہ اس تعین کے لیے کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ ۲۵ر دسمبر ہی مسیح کی پیدائش کا دن تھا کیونکہ دسمبر کے مہینے میں یہودیہ میں عام برف باری ہوتی ہے تو چرواہے کس طرح میدان میں رہ سکتے تھے'' اس تحقیق سے جس طرح دورِ حاضر کی عیسائی دنیا کی مذہبی سرد مہری کا پتہ چلتا ہے اسی طرح انجیل نویسوں کے علمی پندار کا بھانڈا بھی چوراہے میں پھوٹتا ہے کہ ایک جغرافیہ دان جب انجیل کے اس مقام کو پڑھے گا تو انجیل نویس کے علمی وقار کے متعلق کیا رائے قائم کرے گا۔

باقی اہلِ خانہ کی صحت اور اپنی صحت کا حال تحریر فرمائیں، محمد اکمل کو پیار۔

فقط والسلام

محمد امین

قارئین گرامی! مولانا مرحوم کے مندرجہ بالا خط سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ عیسائی دُنیا کی کم مائیگی کی یہ انتہا ہے کہ اُنہیں اپنے نبی کے یوم ولادت کا بھی صحیح طرح پتہ نہیں جس دن کو وہ یوم ولادت سمجھتے ہیں اور تمام دُنیا میں اس کو منانے کے لیے بدتہذیبی کے مظاہرے کرتے ہیں۔ انجیل لوقا باب دوم کی ابتدائی آیات کے اعتبار سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ آپ کی جائے پیدائش (بیت اللحم) دسمبر کے مہینے میں برف باری کی زد میں ہوتی ہے ایسے شدید سرد موسم میں چرواہوں کا اپنی بھیڑوں کی حفاظت کے لیے کھلے میدان میں قیام کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا ہے۔ اور کوئی ذی ہوش آدمی اپنی بھیڑوں کے ساتھ ایسے موسم میں کھلے میدان میں قیام نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے جان و مال دونوں کا ضیاع لازم آئیگا۔

نیز دسمبر کے مہینے میں برفباری والے علاقہ میں کوئی ذی ہوش اپنی حاملہ بیوی کو کھلے میدان میں نہیں ٹھہراتا بلکہ ایسے علاقے میں اتنے خطرناک موسم میں جانے کا خطرہ ہی مول نہیں لیتا چہ جائیکہ کھلی فضا میں آسمانی چھت کے نیچے قیام پذیر ہو۔

اسلام میں دن منانا ویسے ہی کوئی کارِ ثواب نہیں۔ پھر مسلمانی کے دعوے کے ساتھ کرسمس کا دن اُس دن کو سمجھنا جس کے سر پر بائبل کا ہاتھ ہے نہ انجیل اُس کی تصدیق کرتی ہے بلکہ انجیل دسمبر کے مہینہ میں پیدائشِ مسیحؑ کے خلافِ عقل ہونے کی شہادت دیتی ہے۔ ایسی خلافِ عقل اور خلافِ نقل باتوں کے پیچھے لگنا مسلمانوں کا کام نہیں۔ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اس قسم کی بے سروپا تقریبات میں حصہ لے کر اپنے ایمان و یقین کا بیڑا غرق نہ کیا کریں ایسی باتوں سے دنیا و آخرت دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔ وما توفیقی الا باللّٰہ۔

دینی مسائل

﴿ جماعت کے احکام ﴾

مسئلہ : جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے۔ یعنی یہ نمازیں تنہا صحیح نہیں ہوتیں۔ پنج وقتی نمازوں میں جماعت ''واجب'' ہے بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو اور تراویح میں ''سنت موکدہ'' ہے اگرچہ ایک قرآن جماعت کے ساتھ ہو چکا ہو اور ہر محلہ والوں کے لیے ''سنت علی الکفایہ'' بھی ہے۔ اگر ایک محلہ کے سب لوگوں نے جماعت تراویح کو ترک کیا تو سب اس سنت کے تارک ہوں گے۔ اور اسی طرح نمازِ کسوف کے لیے اور رمضان کے وتر میں جماعت مستحب ہے اور سوائے رمضان کے اور کسی زمانہ میں وتر میں جماعت ''مکروہ تنزیہی'' ہے یعنی جب کہ مواظبت کی جائے اور اگر مواظبت نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھی دو تین آدمی جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں اور نمازِ خسوف میں اور تمام نوافل میں ''مکروہ تحریمی'' ہے بشرطیکہ اس اہتمام سے ادا کی جائے جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے یعنی اذان واقامت کے ساتھ یا کسی اور طریقہ سے لوگوں کو جمع کر کے۔ ہاں اگر بے اذان واقامت کے اور بے بلائے ہوئے دو تین آدمی جمع ہو کر کسی نفل کو جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور پھر بھی دوام نہ کریں اور مقتدی تین سے زیادہ نہ ہوں۔

جماعتِ ثانیہ :

ہر فرض کی دوسری جماعت ان چار شرطوں سے ''مکروہ تحریمی'' ہے :

(۱) مسجد محلے کی ہو اور عام رہ گزر پر نہ ہو اور مسجد محلہ کی تعریف یہ لکھی ہے کہ وہاں کا امام اور وہاں کے نمازی معین ہوں

(۲) پہلی جماعت بلند آواز سے اذان واقامت کہہ کر پڑھی گئی ہو۔

(۳) پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلہ میں رہتے ہوں اور جن کو اس مسجد کے انتظام کا اختیار حاصل ہے۔

(۴) دوسری جماعت اسی ہیئت اور اہتمام سے ادا کی جائے جس ہیئت واہتمام سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے۔ اور یہ چوتھی شرط صرف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہیئت بدل دینے پر بھی کراہیت رہتی ہے۔

پس اگر دوسری جماعت مسجد میں نہ ادا کی جائے گی بلکہ گھر میں ادا کی جائے تو مکروہ نہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شرط ان چاروں شرطوں میں سے نہ پائی جائے مثلاً مسجد عام راہ گزر پر ہو۔ محلے کی نہ ہو تو اُس میں دوسری بلکہ تیسری اور چوتھی جماعت بھی مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت بلند آواز سے اذان و اقامت کر کے نہ پڑھی گئی ہو تو دوسری جماعت مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی جو اس محلے میں نہیں رہتے نہ اُن کو مسجد کے انتظام کا اختیار حاصل ہے۔ یا بقول امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے دوسری جماعت اس ہیئت سے ادا نہ کی جائے جس ہیئت سے پہلی ادا کی گئی ہے یعنی جس جگہ پہلی جماعت کا امام کھڑا ہوا تھا دوسری جماعت کا امام وہاں سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت بدل جائے گی اور جماعت مکروہ نہ ہوگی۔

تنبیہ : اگرچہ بعض لوگوں کا عمل امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے لیکن امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول دلیل سے بھی قوی ہے اور حالات کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ لوگوں میں دین کے معاملہ میں سستی غالب ہے۔ لہٰذا وہ سستی کریں گے اور خیال کریں گے کہ ہم دوسری جماعت کر لیں گے اور اس سے پہلی اصل جماعت کم ہو جائے گی اور اس کا سبب چونکہ دوسری جماعت بنے گی لہٰذا وہ "مکروہ تحریمی" ہوگی۔

امامت کے فرائض :

مسئلہ : مقتدیوں کو چاہیے کہ تمام حاضرین میں امامت کے لائق جس میں اچھے اوصاف زیادہ ہوں اس کو امام بنائیں اور اگر کئی شخص ایسے ہوں جو امامت کی لیاقت میں برابر ہوں تو غلبہ رائے پر عمل کریں یعنی جس شخص کی طرف زیادہ لوگوں کی رائے ہو اس کو امام بنائیں۔ اگر کسی ایسے شخص کے ہوتے ہوئے جو امامت کے زیادہ لائق ہے کسی ایسے شخص کو امام بنا دیں جو اس سے کم لیاقت رکھتا ہے تو ترکِ سنت کی خرابی میں مبتلا ہوں گے۔

مسئلہ : سب سے زیادہ استحقاق امامت اس شخص کو ہے جو جو نماز کے مسائل خوب جانتا ہو۔ بشرطیکہ ظاہراً اس میں فسق وغیرہ کی بات نہ ہو اور جس قدر قرأت مسنون ہے اُسے یاد ہو اور قرآن صحیح پڑھتا ہو۔ اگر کسی موقع پر حاضرین میں سے دو آدمی اس وصف میں برابر ہوں تو پھر ان دو میں سے وہ شخص جو قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے یعنی قرأت کے قواعد کے مطابق پڑھتا ہے وہ امامت کے زیادہ لائق ہے اور اگر اس وصف میں بھی دونوں برابر ہوں تو پھر ان میں سے وہ شخص ہے جو زیادہ پرہیز گار ہو، پھر وہ شخص ہے جس کی عمر زیادہ ہو، پھر وہ شخص جو زیادہ خلیق ہو، پھر وہ شخص جو تہجد گزار ہو کہ جس کی وجہ سے چہرہ پر رونق آجاتی ہے، پھر وہ شخص جو زیادہ شریف ہو، پھر وہ شخص جس کی آواز زیادہ عمدہ ہو، پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے ہو، پھر وہ شخص جو دوسرے کی نسبت مقیم ہو۔

مسئلہ : جس مسجد میں کوئی امام مقرر ہو اس مسجد میں اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں۔ ہاں اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنادے تو پھر مضائقہ نہیں۔

مسئلہ : اگر کسی کے گھر میں جماعت کی جائے تو صاحبِ خانہ امامت کے لیے زیادہ مستحق ہے۔ اس کے بعد وہ شخص جس کو وہ امام بنادے۔ ہاں اگر صاحبِ خانہ بالکل جاہل ہو اور دوسرے لوگ مسائل سے واقف ہوں تو پھر ان ہی کو استحقاق ہوگا۔

مسئلہ : جس حاکم یا بادشاہ کے اندر شرعی شرائط موجود ہوں اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں۔

مسئلہ : لوگوں کی رضامندی کے بغیر امامت کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر وہ شخص سب سے زیادہ استحقاق امامت رکھتا ہو یعنی امامت کے اوصاف اس کے برابر کسی میں نہ پائے جائیں تو پھر اس کے اوپر کچھ کراہت نہیں بلکہ جو اس کی امامت سے ناراض ہو وہی غلطی پر ہے۔

مسئلہ : فاسق اور بدعتی کا امام بنانا ''مکروہ تحریمی'' ہے۔ ہاں اگر خدانخواستہ ایسے لوگوں کے سوا کوئی دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر بدعتی و فاسق زوردار ہو کہ اس کے معزول کرنے پر قدرت نہ ہو یا فتنہ عظمیٰ برپا ہوتا ہو تو پھر مقتدیوں پر کراہت نہیں۔

فاسق میں وہ شخص بھی شامل ہیں جو اپنی داڑھی سرے سے مونڈھتا ہو یا اس حد تک کتراتا ہو کہ تھوڑی کے نیچے ایک مشت سے کم رہ جائے۔

مسئلہ : غلام کا یعنی جو دین کے قاعدے سے غلام ہو وہ نہیں جو قحط وغیرہ میں خرید لیا جائے امام بنانا اگر چہ وہ آزاد شدہ ہو اور گنوار یعنی گاؤں کے رہنے والے کا اور نابینا کا جو پاکی کی احتیاط نہ رکھتا ہو یا ایسے شخص کا جسے رات کو کم نظر آتا ہو اور ولد الزنا یعنی حرامی کا امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر یہ لوگ صاحبِ علم و فضل ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا ناگوار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح سے کسی ایسے حسین نوجوان کو امام بنانا جس کی داڑھی نہ نکلی ہو اور بے عقل کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔

امام اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کی ترتیب :

مسئلہ : اگر ایک ہی مقتدی ہو اور وہ مرد ہو یا نابالغ لڑکا تو اس کو امام کے داہنی جانب امام کے برابر کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے اگر بائیں جانب یا امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔

مسئلہ : اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے ان کو صف باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے۔ اگر امام کے دائیں بائیں جانب کھڑے ہوں اور دو ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔

مسئلہ : اگر نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مرد مقتدی تھا اور وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہوا۔ اس کے بعد اور مقتدی آگئے تو پہلے مقتدی کو چاہیے کہ پیچھے ہٹ جائے تاکہ سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ اگر وہ نہ ہٹے تو ان مقتدیوں کو چاہیے کہ اس کو کھینچ لیں اور اگر لاعلمی سے وہ مقتدی امام کے دونوں جانب کھڑے ہو جائیں اور پہلے مقتدی کو پیچھے نہ ہٹائیں تو امام کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھ جائے تاکہ وہ مقتدی سب مل جائیں اور امام کے پیچھے ہو جائیں۔ اسی طرح اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تب بھی امام ہی کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھ جائے لیکن اگر مقتدی مسائل سے ناواقف ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں غالب ہے تو اس کو ہٹانا مناسب نہیں کبھی کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے کہ جس سے نماز ہی غارت ہو۔

مسئلہ : اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی تو اس کو چاہیے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

مسئلہ : اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں کچھ مرد کچھ عورتیں کچھ نابالغ تو امام کو چاہیے کہ اس ترتیب سے ان کی صفیں قائم کرے پہلے مردوں کی صفیں، پھر نابالغ لڑکوں کی، پھر بالغ عورتوں کی، پھر نابالغ لڑکیوں کی۔

مسئلہ : امام کو چاہیے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے ہونے سے منع کرے سب کو برابر کھڑا ہونے کا حکم دے۔ صف میں ایک کو دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہیے درمیان میں خالی جگہ نہ رہنی چاہیے۔

مسئلہ : تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے بلکہ ایسی حالت میں چاہیے کہ اگلی صف سے کسی آدمی کو کھینچ کر اپنے ہمراہ کر لے لیکن کھینچنے میں اگر احتمال ہو کہ وہ اپنی نماز خراب کر لے گا یا برا مانے گا تو جانے دے۔

مسئلہ : پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے ہاں جب صف پوری ہو جائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔

عالمی خبریں

مسلم حکمران اور مقامِ عبرت

تبلیسی (اے این این) جارجیا کے مستعفی صدر ایڈورڈ شیورڈ ناڈزے نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ امریکہ کی خارجہ پالیسی خاص طور پر عراق کے بارے میں امریکہ کی تائید وحمایت کرنے کے باوجود واشنگٹن نے ان سے بے وفائی کی اور اقتدار سے ان کی بے دخلی میں مدد دی۔ شیورڈ ناڈزے نے پرزور انداز میں کہا کہ سابق سوویت یونین کے وزیرِ خارجہ کی حیثیت سے انہوں نے دنیا کو سرد جنگ کے جبر و دباؤ سے بچانے کے لیے غیر معمولی ''خدمات'' انجام دی تھیں۔ بی بی سی کے مطابق شیورڈ ناڈزے نے یہ بات واضح کی ہے کہ جارجیا کے صدر کی حیثیت سے وہ امریکہ کے بہت اچھے دوست رہے۔ انہوں نے کہا کہ جب امریکیوں کو عراق کے مسئلے پر میری تائید وحمایت کی ضرورت پڑی تھی تب میں نے ان کی بھرپور تائید کی لیکن آج یہاں جو کچھ ہوا ہے میں اس کی وضاحت نہیں کرسکتا۔ انہوں نے امریکی سفیر رچرڈ مائیلس کے رول پر شبہے کا اظہار کیا ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳۰ر نومبر ۲۰۰۳ء)

☆☆☆

تنگ نظری کی انتہاء

پیرس (نیوز ولنک) فرانسیسی وزیرِ اعظم ژان پائر ریفرن نے اعلان کیا ہے کہ ایک نئے قانون کے تحت مسلم خواتین کے سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔ وزیرِ اعظم نے یہ اعلان حکمران جماعت یو ایم پی کے ایک اجلاس کے دوران کیا۔ انہوں نے اجلاس کو بتایا کہ وہ ایسا قانون متعارف کروانے کے منصوبے پر غور کررہے ہیں جس کے تحت مسلمان خواتین سرکاری مقامات یا تقاریب میں سر پر سکارف نہیں پہن سکیں گی۔ حالیہ چند برسوں کے دوران فرانس سمیت کئی یورپی ممالک میں مسلمان خواتین کے سر ڈھانپنے پر پابندی عائد کرنے کے مطالبات زور پکڑتے جارہے ہیں۔ کئی سکولوں میں مسلمان طالبات کو محض اس لیے معطل کردیا گیا کیونکہ وہ سکارف سے سر ڈھکتی تھیں۔ فرانسیسی حکام کے مطابق ان اقدامات کا مقصد کسی بھی طرح کی مذہبی علامات کو ختم کرنا ہے۔ فرانسیسی وزیرِ داخلہ نکولس سرکوزی اس قانون کے خلاف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسے اقدامات سے نسلی تفریق بڑھ جائیگی۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳۰ نومبر ۲۰۰۳ء)

☆☆☆

چشمِ بددور

بون (ریڈیو نیوز) بھارت میں دارالعلوم دیوبند کی پرانی درسگاہ قوم پرست ہندوؤں کی سیاسی پیش قدمی کے باوجود اپنا کام پوری شان وشوکت سے جاری رکھے ہوئے ہے۔ وائس آف جرمنی کے مطابق اس درسگاہ کے طالب علم صحافت، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور دوسرے جدید علوم بھی حاصل کررہے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل طلباء کو انگریزی پر بھی عبور حاصل ہوتا ہے، یہ نہ صرف بیرونی دنیا کے بارے میں زیادہ کشادہ سوچ رکھتے ہیں بلکہ اختلافی اُمور پر مدلل بحث کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۴/نومبر ۲۰۰۳ء)

☆☆☆

مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل

رائیونڈ روڈ پر زیرِ تعمیر مسجد حامد کے ہال کی چھت ڈالنے کا مرحلہ آ گیا ہے۔ لینٹر کے لیے درکار میٹریل کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اہل خیر حضرات سے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گزارش ہے۔

لینٹر کا رقبہ = 9050 فٹ

سریا 18 ٹن	3,60,000.00
بجری 4800CFT	85,000.00
ریت 2400CFT	15,000.00
سیمنٹ (700 Bags)	1,75,000.00
الیکٹرک پائپ	25,000.00
دیواریں اور بیم	2,50,000.00
مزدوری	1,30,000.00
	10,40,000,00

☆☆☆